Tiltle\border54.WMF not found.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیم الایمان

Tiltle\3713-illustration-of-a-blank-frame-border-py.jpg not found.

سیرت کے واقعات
سے بچوں کو نصیحت

تصنیف

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

محمد کلیم الدین سلمان قاسمی

(خطیب مسجد عمر بن خطابؓ، نظام پیٹ، کوکٹ پلی، حیدرآباد)

ناشر

عظیم بک ڈپو، جامع مسجد دیوبند، یوپی، انڈیا۔

حق طباعت غیر محفوظ

(یہ کتاب بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ سیرت کے واقعات سے بچوں کو نصیحت

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ مولانا محمد کلیم الدین سلمان قاسمی 9963770669

سنہ طباعت:۔ ۲۰۱۸ء مطابق ۱۴۳۹ھ

تعداد اشاعت:۔

کمپیوٹر کتابت:۔ النور گرافکس، حیدرآباد، تلنگانہ، انڈیا۔

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔

Cell: 09997177817, 09760704598

☆☆ ملنے کے پتے ☆☆

فہرست

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
نبوت ۴۰؍سال بعد ملنے کی حکمت	6	ماں کے مقابلہ بیوی کی طرفداری	53
حضورؐ کے ماننے والے رسوا کیوں؟	8	بیویوں میں احساس برتری وکمتری	56
محبت کافی نہیں، اطاعت لازم ہے	11	غیر مسلم سے نکاح کا خیال	57
حضورؐ کے اخلاق کی مختصر تفصیل	14	بیوہ سے بچوں کے ساتھ نکاح	59
حضورؐ کی زندگی کے نمونے	17	مہمان کے ساتھ سلوک	60
جنتی بیوی کا شوہر کو ساتھ دینا	22	بیوی کی شوہر سے محبت	62
خدیجہؓ کا جبرئیلؑ کی تصدیق کرنا	23	بیٹی کی شادی شدہ زندگی بچانا	64
رشتہ داروں کو دعوتِ دین دینا	25	شرم وحیاء قیمتی زیور	65
خادموں کو اپنا بنانا	27	دولتمند کا غریب کی ضرورت پوری کرنا	68
گانے بجانے اور فحش کام سے بچایا گیا	29	نفع بخش علم حاصل کرنا	71
مظلوم جواب نہ دے تو فرشتہ کی لعنت	31	لوگوں کو ان کے عیب ونقص سے پکارنا	73
ایمان والوں کا بدلہ لینے سے دور رہنا	33	نیک بندے غصہ پر قابو رکھتے ہیں	75
وعدہ کی سختی سے پابندی	35	مظلوموں اور کمزروں کی مدد کرنا	76
صلح حدیبیہ میں عہد کی پابندی	38	چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام	78
وصال کے بعد وعدہ کی پابندی	40	غریب کی بے عزتی کی ممانعت	84
رشتہ طے کرنے میں زبان کی پابندی	42	ایمان والے دیانت دار ہوتے ہیں	89
رشتہ نہ کرنے پر ناراض نہ ہونا	43	ضرورت مندوں کی مدد کا بہترین اور	
حضورؐ کا مفت اونٹ نہ لینا	45	خوبصورت طریقہ	93
حضرت سُراقہؓ کا ایمان	46	☆☆☆☆☆	
امیر کا ساتھیوں کے کام میں ہاتھ بٹانا	48		
اولاد کا ماں کے ساتھ سلوک	50		

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم o

اولاد کو اسلامی ذہن دینے کا آسان طریقہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً O (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ:۔ درحقیقت تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس انسان کے لئے جو اللہ کا اور آخرت کے دن کا امیدوار ہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرلے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے کسی کی بھی اتباع کرلو، ہدایت پاجاؤ گے۔

☆ دنیا کے تمام ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ بچوں میں شعور اور پختہ ذہن بنانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان کو پندرہ سالوں کے اندر اندر ہی ضروری اور اہم عقائد واعمال کی تعلیم دے دی جائے، جب وہ جوان ہوجاتے ہیں تو بڑوں کی باتوں پر بھروسہ کرنے کے بجائے اپنی عقل پر ہی بھرپور اعتماد اور بھروسہ کرکے اپنی عقل سے اعمال اختیار کرتے ہیں، اپنے ماں باپ کی باتوں پر زیادہ دھیان نہیں دیتے۔

☆ پودا جب تک پودا ہوتا ہے اس کو جدھر چاہے موڑا جاسکتا ہے، جب وہ درخت بن جاتا ہے تو اس کو موڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

☆ دنیا کے دوسرے مذاہب میں ان کی مذہبی کتابوں کی عملی شکل سمجھانے کے لئے ان کے مذہبی پیشواؤں کی زندگی کے حالات ہی محفوظ نہیں اور اگر ہیں بھی تو وہ عقل میں آنے والی باتیں نہیں، ان سے انسانی زندگی کے سدھرنے اور زندگی گذارنے کی رہبری ہی نہیں ملتی، وہ زیادہ تر چمتکار کی باتیں بیان کرتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی تربیت اور رہبری کے لئے جس طرح قرآن کی حفاظت کیا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور زندگی کے واقعات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے بہت سے واقعات کو محفوظ رکھا ہے، دنیا میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے کہ جہاں کتاب کے ساتھ معلم کتاب اور معلم کتاب کے ساتھ ان کے اصحاب کی زندگی بطور مثال اور نمونہ انسانوں کے لئے محفوظ ہے، قرآن مجید کی عملی تصویر اور چلتی پھرتی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے نمونے اور مثال صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

☆ بچوں کو بچپن سے سیرت کے واقعات سنانے سے رسول اللہ ﷺ کا تعارف ہوگا، رسول اللہ ﷺ سے محبت بڑھے گی اور ایمان بالرسالۃ مضبوط ہوگا، اور زندگی کے کاموں میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو ذہن میں رکھ کر اعمالِ صالحہ اختیار کریں گے۔

☆ مسلمانوں کی بڑی تعداد اپنی زندگی کے مختلف شعبوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی نقل نہیں کر کے ٹی وی کے ڈراموں، فلم ایکٹروں یا لیڈروں یا گمراہ لوگوں کے طرز پر اعمال اختیار کر لیتے ہیں۔

☆ بچوں کو ہر روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہؓ کے واقعات جس میں ان کے صبر، شکر، عبادت، تقویٰ و پرہیز گاری، ایمانداری، اخلاص، حسن سلوک، انصاف، غریبوں کی مدد، تکالیف کو برداشت کرنا، آخرت کی تیاری وغیرہ کی باتیں انہیں سناتے رہیں اور عملی زندگی میں ان کی نقل کرنے کی تلقین کرتے رہیں، پھر ان کی زندگی اور غیر مسلموں کی زندگی میں بہت بڑا فرق نظر آئے گا، گھر کے تمام افراد بھی ان واقعات کے مطابق عملی نمونہ پیش کریں، تب ہی مسلمانوں کی زندگی قرآن کی چلتی پھرتی مثال بنے گی۔

لڑکیوں کو خاص طور پر صحابیاتؓ کی زندگی کے واقعات سنانے سے ان کی سیرت اسلامی طریقے پر بنتی ہے، وہ مسلمان ہو کر ٹی وی کے ڈراموں کو دیکھ کر زندگی گذار رہی ہیں، ان کو صحابیاتؓ کے واقعات ہی نہیں معلوم ہوتے، اس کے ذمہ دار ماں باپ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو چالیس سال بعد نبوت دینے کی حکمت

وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں!

☆ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کو توحید یعنی ایک اور اکیلا مان کر دنیا سے آخرت میں آئیں اور ہر انسان کا خاتمہ ایمان پر ہو، مگر اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں پیدا کرنے کے چالیس سال بعد تک نبوت دینے اور نبوت کا اعلان کرنے سے کیوں رُکا رہا؟

☆ اس میں یہ حکمت بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، طہارت، وضو، غسل، پردہ اور نکاح وغیرہ سے پہلے اپنے نبی کے ذریعہ وہ اعمال کا اظہار کروایا جن کی دنیا کے تمام انسانوں کو سخت ضرورت پڑتی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ظاہر ہونے سے پہلے بھی عام انسانوں کی طرح نہیں تھے، تمام لوگوں میں آپ کی ایک علاحدہ شناخت اور پہچان تھی، مثلاً جس طرح کچرے میں ہیرا پڑا رہے تو وہ باوجود کچرے میں ہونے کے چمکتا ہی رہتا ہے، سب لوگوں سے زیادہ بلند اخلاق والے تھے، ہر آدمی آپ کو دیکھ کر مرعوب ہوجاتا اور آپ کو کریم ابن کریم ابن کریم کہتا، آپ کو اللہ نے ہر انسان کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا سلوک کرنے کے قابل بنایا تھا، آپ تعصب، لڑائی جھگڑے، غصہ، فحش کلامی، زنا، شراب، جوا، ناانصافی، بے ایمانی، قتل و غارت گری سے میلوں دور تھے، پورا معاشرہ آپ کو صادق و امین کہہ کر پکارتا تھا اور آپ کے پاس اپنی امانتیں لاکر رکھتا تھا، آپ مصیبت زدہ، بیمار، مدد کے مستحق لوگوں کی طرف فوراً دوڑتے اور ان کی مدد کرتے تھے، مہمان نوازی کرتے، پڑوسیوں کا شروع سے بہت خیال رکھتے، آپؐ انتہائی سچے، امانت دار تاجر تھے، وعدے کے سخت پابند تھے، عقل و فہم میں بھی اللہ نے آپ کو سب سے اعلیٰ رکھا تھا، ہر دیکھنے اور ملنے والا آپ سے مرعوب ہوجاتا، آپ نے نبوت سے پہلے کبھی بھی بت پرستی میں حصہ نہیں لیا، نہ کوئی گناہ کا کام کیا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سیرت سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ ہم نماز، روزہ، حج، داڑھی، پردہ، وضو غسل کی پابندی کرتے ہوئے نبوت سے پہلے کے اخلاق کو اپنے اندر پیدا کرنے کی بھی سختی سے پابندی کریں، موجودہ زمانہ میں لوگ اسلام کے نام پر نماز روزہ، حج، پردہ اور داڑھی رکھنے کی تو سخت پابندی کرتے ہیں، مگر وعدے کی پابندی نہیں کرتے، غیر مسلموں سے تعصب دشمنی رکھتے، امانت میں خیانت کرتے، صبر اور برداشت نہیں رکھتے، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتے، مکان، دُکان اور زمینات پر ناجائز قبضہ کر لیتے، جھوٹے مقدمے ڈال کر لڑتے، گالی گلوج بھی کرتے ہیں، قرض لے کر قرض ادا نہیں کرتے، بیماروں اور کمزوروں کی مدد کے لئے نہیں دوڑتے، اس لئے ہمیں اسلام کی اچھائی اور تعریف اپنی زبان سے کرنی پڑتی ہے، ہم اپنے عمل سے اسلام کو اچھا ثابت کرنے میں ناکام ہیں، کسی غیر مسلم نے مسلمان کے یہ کہنے پر کہ اسلام ہی سب سے اچھا مذہب ہے کہا کہ بے شک اچھا مذہب ہے مگر کتابوں میں، لائبریریوں میں ہے، تمہاری زندگی میں نہیں، تم الگ ہو اور اسلام الگ ہے۔

اگر ہمیں دنیا میں پختہ مسلمان بن کر رہنا ہو اور داعی اسلام کا کردار ادا کرنا ہو تو ہمیں پیغمبر کے طریقے پر دعوت کا کام کرنا ہوگا، اور وہ اوصاف بہت زیادہ اور سب سے پہلے پیدا کرنا ہوگا جو اوصاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت ظاہر ہونے سے پہلے اللہ نے پیدا کئے تھے، تب ہی ہم دنیا میں لوگوں کو اسلام کا نور دِکھا سکتے ہیں اور اسلام سمجھا سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مشرکین مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن سے جوانی تک غیر معمولی اخلاق اور صلاحیت کے ساتھ دیکھا تھا، آپ کو جھوٹا نہیں مان سکتے تھے، ان کے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی گواہی دے رہے تھے، آپ کی زندگی کا ہر شعبہ گواہی دے رہا تھا کہ یہی انسانیت کی کامیابی اور سکون کا راستہ ہے، موجودہ زمانہ میں لوگ اپنے اندر دعوت کا جذبہ رکھنے کا زبان سے اظہار کرتے ہیں مگر دعوتی صفات سے خالی ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

رسول اللہ ﷺ کو ماننے والا دنیا میں رسواء کیوں ہو رہا ہے؟

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ o

اے ایمان والو! تم پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، اس لئے کہ وہ تمہارا کُھلا دشمن ہے۔

☆ عرب خاص طور پر خاندانِ قریش میں یہ طریقہ تھا کہ عورتیں اپنے بچوں کو پیدا ہوتے ہی پرورش کرنے اور دودھ پلانے کے لئے اپنے سے دور دیہاتوں میں بھیج دیتی تھیں، عام طور پر دیہاتوں سے وقفہ وقفہ سے دایاؤں کی ٹولیاں آتیں اور مختلف گھروں سے بچوں کو لے لیتی تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو قبیلہ بنی سعد کی دایائیں آئیں اور مختلف گھروں سے بچوں کو چن لیا، سب نے سنا کہ محمد (ﷺ) یتیم ہیں، والد کا انتقال ہو گیا، دادا کی پرورش میں ہیں، دادا ہماری کوئی خاطر خواہ امداد نہیں کریں گے، کسی نے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں لیا۔

☆ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی اونٹنی بہت کمزور تھی، وہ قافلہ کے پیچھے رہ گئی تھیں، آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سب سے آخر میں آئیں، سوائے محمد (ﷺ) کے کوئی بچہ باقی نہ بچا تھا، انہوں نے اپنے شوہر سے خالی جانے کے بجائے محمد (ﷺ) کو لے لینے کا مشورہ کیا، ان کے شوہر نے کہا ہاں لے لو، اللہ چاہے تو اسی بچہ سے ہمیں برکت مل سکتی ہے۔

☆ اس وقت دائی حلیمہؓ کا یہ حال تھا کہ خود ان کے سینہ میں دودھ کم آتا تھا، جس سے ان کے بچہ ہی کا پیٹ نہیں بھرتا تھا، اونٹنی کو کھانے کے لئے ان کے علاقہ میں چارہ کی کمی تھی، جس کی وجہ سے اونٹنی کو بھی دودھ کم آتا تھا۔

☆ ابن ہشامؒ نے لکھا ہے کہ جیسے ہی دائی حلیمہؓ اپنی کمزور و مریل اونٹنی پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر سوار ہوئیں اللہ نے اونٹنی میں تیزی اور پھرتی پیدا کر دی

اور وہ تیز چلتے ہوئے قافلہ والوں کے آگے نکل گئی، قافلہ والوں نے دائی حلیمہؓ کو پکار کر پوچھا کہ حلیمہ کیا یہ وہی اونٹنی ہے جس پر تم آئی تھیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! سب نے تعجب کیا، پھر اچانک خود دائی حلیمہؓ کی چھاتیوں میں اللہ نے دودھ فوراً اتنا جاری کر دیا کہ گھر اور گاؤں جانے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا بیٹا پیٹ بھر کر حلیمہ سعدہؓ کے سینے سے دودھ پی لئے، حالانکہ ہر روز خود ان کا بچہ دودھ پیٹ بھر نہ ملنے کی وجہ سے روتا اور آرام کی نیند نہیں سوتا تھا، گھر جا کر دیکھا کہ اونٹنی کی تھنوں میں بھی دودھ بھر آیا ہے، سب نے پیٹ بھر کر دودھ پیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آتے ہی برکت اور خوشحالی پیدا ہوگئی، حلیمہ سعدیہؓ کا رہنے کا علاقہ پورا خشک سالی کا شکار تھا، ان کی بکریوں کو پیٹ بھر کر چارہ نہیں ملتا تھا، رسول اللہ ﷺ کے دیہات میں آتے ہی ان کے اطراف خوب چارہ اُگنے لگا اور ان کی بکریاں خوب چرتیں اور کافی دودھ دینے لگیں، دوسرے لوگوں نے بھی اپنی بکریوں کو وہیں چرانا شروع کیا جہاں دائی حلیمہؓ کی بکریاں چر رہی تھیں، اللہ نے چاروں طرف خیر و برکت پیدا فرما دی، اب دائی حلیمہ اور ان کے گھر والے محسوس کر رہے تھے کہ اس بچہ کی وجہ سے اللہ نے خوب برکت عطا فرمائی، ایک حد تک وہ یہ بھی سوچنے لگے کہ بچہ کا وقت پورا ہونے پر واپس نہ کیا جائے۔

☆ ذرا غور کیجئے کہ اللہ کے رسول ﷺ جس جانور پر سوار کئے گئے وہ جانور کمزور سے طاقتور بن گیا، مریل سست رفتار سے تازہ دم تیز رفتار ہو گیا، قافلہ سے پیچھے رہنے والا آگے نکل گیا، جن افراد کے پاس خود ان کے بچہ کو پلانے پیٹ بھر دودھ نہیں ملتا تھا، دونوں بچے پیٹ بھر دودھ دائی حلیمہ کی چھاتی سے پینے لگے اور اطمینان کی نیند سونے لگے، اونٹنی کی تھنوں میں کافی دودھ آنے لگا جس سے حضرت حلیمہ سعدیہؓ اور ان کے گھر والوں کو خوب دودھ ملنے لگا، دائی حلیمہؓ کے علاقہ میں آپ ؐ کی آمد سے قبل چارہ صحیح نہ اُگنے کی وجہ سے بکریاں پیٹ بھر نہیں کھاتی تھیں جس سے وہ کمزور ہو کر دودھ بہت کم دینے لگیں، آپ ؐ کی برکت سے چارہ خوب اُگنے لگا اور بکریاں خوب کھا کر موٹی تازی ہو کر خوب دودھ دینے

لگیں، دائی حلیمہؓ کا گھر برکتوں سے بھر گیا۔

☆ ہم جب رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہیں اور آپ ؐ پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر دنیا بھر میں دوسری قوموں سے پیچھے کیوں ہیں؟ کیوں ہم ناکام ہیں؟ کیوں ذلت میں مبتلا ہیں؟ دوسروں کے غلام بن کر کیوں زندگی گذار رہے ہیں؟ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو صرف زبانی مانتے ہیں، انہیں دل میں نہیں اُتارا، جو چیز دل میں اتر جاتی ہے اس کا رنگ جسم کے اعضاء سے نظر آتا ہے، جو چیز صرف زبان کی حد تک رہتی ہے اعضاء سے اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا، ہم سنت والی زندگی چھوڑ کر بدعات کو پسند کرتے ہیں اور توحید کی جگہ شرکیہ عقائد رکھ کر اسلام پر چل رہے ہیں، قرآن مجید پڑھتے ہیں لیکن عمل اس کے خلاف کرتے ہیں، کلچر یہود و نصاریٰ کا پسند کرتے ہیں اور انہی کے طریقوں پر زندگی گذارتے ہیں اس لئے ذلت میں مبتلا ہیں۔

☆ صحابہ کرامؓ کی زندگیاں زمانہ جاہلیت میں انتہائی خراب اور ذلت والی تھیں، وہ دنیا کے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ گرے ہوئے مقام پر تھے، لیکن جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مانا اور ایمان لائے تو ان کی زندگیاں قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے مثال اور نمونہ بن گئیں، ان کی زندگیاں تمام انسانوں کے لئے رہبری، نمونہ اور آئیڈیل بن گئیں، ان کی زندگیاں ہماری طرح آدھی اسلام اور آدھی غیر اسلام نہیں تھیں، وہ رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہوئے یہود و نصاریٰ کا کلچر ہرگز پسند نہیں کرتے تھے، وہ قرآن پر ایمان لانے کے بعد شرک و بدعات میں مبتلا نہیں ہوئے، وہ قرآن و سنت کی چلتی پھرتی مثال بن گئے تھے، اسی لئے اللہ نے ان کو سب سے اونچا اٹھایا، سب سے آگے کر دیا، وہ قیامت تک دنیا کی ہر تعلیم یافتہ قوم سے آگے ہو گئے، ہر قوم ان کی نقل کو اپنی عزت اور کامیابی تصور کرنے کی قائل ہو گئی ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہو کر ۔۔۔ اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

☆☆☆☆☆

رسول اللہ ﷺ سے صرف محبت کافی نہیں، اطاعت بھی لازم ہے!

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (آل عمران: ۳۱)

آپ کہہ دیجئے! کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا، اللہ بڑا معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اسلامی تاریخ میں اللہ تعالیٰ انسانوں اور خاص طور پر مسلمانوں کی تربیت کے لئے یہ بات بھی محفوظ رکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع واطاعت کی جائے تبھی محبت صحیح ہوگی، محبت کا صرف زبانی دعویٰ کر کے اطاعت نہ کرنا تو وہ صحیح محبت نہیں ہے، صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات سے محبت کرنے سے انسان نجات حاصل نہیں کرسکتا، پیغمبر کو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا کہ لوگ پیغمبر کی صرف ذات سے محبت کریں بلکہ پیغمبر کی محبت کے ساتھ ساتھ پیغمبر کی لائی ہوئی تعلیمات کو مانیں اور عمل کریں یعنی اطاعت کریں۔

☆ رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب اپنے والد عبدالمطلب کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ کی اپنی سرپرستی میں پرورش کرنے لگے، مکہ میں دو قسم کے لوگ تھے، ایک کھل کر مخالفت کرتے اور رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتے تھے، دوسرے مخالفت نہیں کرتے تھے مگر نبی کریم ﷺ سے محبت کرتے اور آپؐ کی تائید اور مدد بھی کرتے تھے، ان میں ابو طالب جو رسول اللہ ﷺ کو بے حد پیار کرتے، دن رات آپؐ کی حفاظت کرتے اور مدد کرتے، مگر آپ پر ایمان لانے اور آپؐ کی تعلیمات کو ماننے وعمل کرنے کے لئے راضی نہ تھے، اسی طرح مکہ کے مشرک اخنس، سہیل اور مطعم بھی آپؐ کی مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ مدد کرتے تھے، طائف سے واپسی پر مطعم نے بیٹوں اور بھتیجوں کو جنگی لباس اور ہتھیار سے

لیس کر کے اپنے پاس مکہ میں امان دی تھی۔

☆ ابوطالب باوجود بے انتہاء آپ ﷺ سے محبت کرنے کے شعب ابی طالب میں تین سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تکالیف جھیلتے رہے اور آخری وقت تک ایمان لانے سے انکار کیا، حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوطالب کو اللہ تعالیٰ جہنم میں عذاب دے گا اور سب سے ہلکا عذاب ان پر یہ ہوگا کہ گندھک کی جوتیاں پہنائی جائیں گی، اس سے دماغ ایسے کھولتا ہوگا جیسے ہانڈی میں سالن پکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی محبت ان کو عذاب سے نہیں بچائے گی۔

اس واقعہ سے مسلمانوں کو یہ نصیحت ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاکر آپؐ سے جان و مال سے زیادہ محبت کی جائے اور آپؐ کی اتباع واطاعت بھی کی جائے، صرف محبت کا زبانی دعویٰ کر کے اطاعت نہ کرنے پر دوزخ میں سزاء بھگتنی ہوگی اور مسلمان فاسق وفاجر کہلائے گا، رسول دنیا میں اس لئے نہیں بھیجے جاتے کہ لوگ ان کی صرف ذات سے محبت کریں، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی اصل محبت کا اظہار و تقاضا ہے، محبت کے بغیر اطاعت کرنا یہ منافقت ہے، منافقوں کو رسول اللہ ﷺ سے محبت نہیں تھی، وہ دکھانے اور ریاکاری کے لئے اطاعت کرتے تھے۔

☆ جو لوگ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتے مگر آپ کی اتباع سے دور بھاگتے تھے، اگر نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ آنے والے نبی کو اپنے نبی کی محبت میں نہیں مانتے تھے، جس طرح پچھلی قوموں نے اپنے نبی کی محبت میں آگے آنے والے نبی کو نہیں مانا تو کافر قرار دئے گئے، اللہ نے ختم رسالت کے ذریعہ امت مسلمہ پر بڑا احسان کیا کہ آپؐ کے بعد نبوت ختم کردی، اللہ کی صحیح عبدیت و بندگی یہ ہے کہ اس کے ہر حکم کو مانا جائے، قیامت تک کے لئے ابوطالب کی مثال مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے موجود ہے، اللہ نے اوپر بیان کردہ آیت میں رسول اللہ ﷺ کی محبت واطاعت ہی کو اپنی محبت بتلایا کہ جس کو اللہ سے محبت ہوگی وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا۔

وَمَا أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذۡنِ ٱللَّهِ۔ (النساء:٦٤) اور ہم نے جس رسول کو بھی بھیجا اسی لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے۔

☆ اس کے برعکس مدینہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو دِکھاوے کے لئے اسلام قبول کئے تھے، زبان سے کلمہ پڑھتے مگر دل سے اسلام کو نہیں مانتے تھے، ان کو منافق کہتے ہیں، جن کا ظاہر ایک ہوتا ہے اور باطن الگ ہوتا ہے، یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں رکھتے تھے مگر دکھانے کے لئے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سب ادا کرتے، جہاد میں شریک بھی ہوتے تھے، غیر مسلموں کے ساتھ مل کر پیچھے سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے تھے، دنیا کا فائدہ اور اپنے بچاؤ کے لئے اپنے مقدّمے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاکر فیصلے نہیں کرواتے، بظاہر مسلمان ہوتے ہوئے یہودیوں کے پاس جاکر فیصلے کرواتے، یہ لوگ اندر سے ہمیشہ اسلام کا نقصان چاہتے تھے۔

ہر زمانہ میں مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے رہے ہیں جو بظاہر مسلمان تھے، حکومت کے عہدوں اور دولت کی خاطر غیر مسلموں سے ساز باز کر کے مسلمانوں کو اور اسلام کو نقصان پہنچائے اور غیروں کے مخبر بن کر مسلمانوں میں رہتے تھے اور مسلمانوں کے پورے حالات کی خبریں غیروں کو پہنچاتے تھے، ہر زمانہ میں اس طرح کے منافق مسلمانوں کے ساتھ رہے ہیں، ان کو رسول اللہ ﷺ سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا؛ بس اپنی غرض پوری کرنے کے لئے بظاہر مسلمان بنے رہتے ہیں۔

غیر مسلم حکومتوں میں اکثر مسلمان دنیا کے مال و دولت یا نفس کی دشمنی میں قرآن و حدیث کے احکام کے خلاف غیر مسلموں کی عدالتوں میں جھوٹے مقدمے ڈال کر جھوٹے بیانات و گواہی دے کر دنیا کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، پھر نماز، روزہ اور دیگر اعمال ادا کرتے رہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کو ذہن میں رکھ کر ان کی نقل کیجئے!

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص پہلی بار آپ کو دیکھتا مرعوب ہو جاتا، جو ساتھ بیٹھتا وہ آپؐ سے محبت کرنے لگتا اور علاحدہ ہونا نہیں چاہتا تھا۔

☆ نبی ﷺ عام صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، حتیٰ کہ غلام کی طرح بیٹھ کر کھاتے تھے۔

☆ جب کوئی چیز لوگوں کو کھلانے پلانے کا موقع آتا تو نبی ﷺ پہلے اپنے ساتھیوں کو کھلاتے پھر اخیر میں خود کھاتے اور پیتے تھے۔

☆ نبی ﷺ بچوں کے رونے پر نماز کو مختصر فرمادیتے تھے۔

☆ نبی ﷺ میوہ مٹھائی بچوں میں سب سے کم عمر بچے کو پہلے دیتے تھے۔

☆ نبی ﷺ بچوں سے کھیلتے اور ان کو اپنی پیٹھ پر سواری کراتے تھے۔

☆ نبی ﷺ ہمیشہ خوشبو کا استعمال کرتے، گلی سے گذرتے تو وہ گلی معطر ہو جاتی۔

☆ نبی ﷺ بدبودار چیز سے پرہیز فرماتے تھے۔

☆ مسجد نبوی میں جمعہ کے دن خوشبو جلائی جاتی تھی۔

☆ نبی ﷺ عشاء کی نماز کے بعد بات چیت ناپسند فرماتے تھے۔

☆ نبی ﷺ عشاء کی نماز کے بعد اول وقت میں آرام فرماتے تھے۔

☆ نبی ﷺ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے تھے، آٹا گوندھتے، کپڑے سیتے، پیوند لگاتے، اپنا جوتا پھٹ جاتا تو اس کو خود ہی درست کر لیتے، بازار سے سودا خود خرید کر لاتے۔

☆ جانوروں سے خود دودھ دوہتے تھے اور صفائی بھی کرتے تھے۔

☆ نماز عصر کے بعد تمام ازواج مطہراتؓ کے پاس تھوڑی دیر ملاقات کرتے۔

☆ سلام میں پہل کرتے، عورتوں اور بچوں کو پہلے سلام کرتے تھے۔

☆ بیٹی کے استقبال میں پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے اور اُٹھ کر اپنی جگہ

بیٹھاتے تھے۔

☆ رضاعی ماں کے آنے پر چادر بچھا کر استقبال فرماتے تھے۔

☆ نبی ﷺ نے ایک صحابی حضرت خبابؓ کو کسی کام سے باہر بھیجا، ان کے گھر میں کوئی مرد نہ تھا، نبی ﷺ خود ہر روز ان کے گھر جا کر دودھ دوہا کرتے تھے۔

☆ آپؐ بہت زیادہ برداشت اور صبر کی قوت رکھتے تھے۔

☆ لوگوں سے بہت زیادہ نرمی اور حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔

☆ ہمیشہ میٹھی زبان سے گفتگو کرتے تھے، آپ کو جوامع الکلم کہا گیا، یعنی مختصر جملے میں بڑی مفہوم والی باتیں فرمایا کرتے تھے، کم بات کرتے اور کام کی بات کرتے، بامعنیٰ بات کرتے تھے، بے ضرورت بات نہ فرماتے۔

☆ لوگوں سے جو معاملہ اور معاہدہ کرتے اُسے پورا کرتے، کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔

☆ آپؐ ایمان دار، دیانت دار اور امانت دار تھے، کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

☆ بلا کسی امتیاز کے سب کے ساتھ حسنِ سلوک فرماتے تھے۔

☆ اپنے اور غیر کے امتیاز کے بغیر انصاف کرتے تھے۔

☆ جو آپؐ سے کٹے اور رُخ موڑے اس سے جُڑتے تھے۔

☆ جو آپؐ پر ظلم و زیادتی کرتے اُسے معاف کرتے تھے۔

☆ جو آپؐ کو محروم کرے اس کو آپؐ دیتے تھے۔

☆ محتاجی اور خوشحالی دونوں حالتوں میں اعتدال پر رہے۔

☆ آپؐ تمام لوگوں کے ساتھ عام انسانوں کی طرح رہتے تھے، کبھی امتیاز نہیں برتتے، عام طور پر انسانوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ ان کو مقام و مرتبہ ملے، عہدہ اور کرسی اور اقتدار ملے یا تعلیم ملے تو آدمی اپنی طبیعت میں زبردستی امتیاز پیدا کر لیتا ہے، اپنے کو دوسروں سے بڑا اقابل عزت دار سمجھتا ہے۔

☆ آپؐ بلند اور بڑی آواز سے کبھی نہیں ہنستے تھے، بہت زیادہ خوشی پر مسکراتے،

چہرے پر دانت نظر آتے تھے، کبھی چلا کر چیخ کر بات نہیں کرتے تھے۔

☆ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپؐ نے کبھی اپنے کسی خادم کو نہیں مارا اور نہ کسی مرد یا عورت کو مارا، اپنی ذات اور نفس کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ اس وقت تک اس کے ہاتھ میں رکھتے جب تک وہ خود ہاتھ ہٹا نہ لے۔

☆ آپؐ صحابہؓ کی مجلس میں یا ساتھ بیٹھنے پر کبھی پیر پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔

☆ کوئی آپؐ سے ملنے آئے تو آپؐ اس کے ساتھ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ خود اجازت نہ چاہے۔

☆ کوئی آہستہ گفتگو کرنا چاہے تو اپنا کان اس کے قریب کر کے سر جھکا دیتے تھے۔

☆ حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی آدمی کو ناپسندیدہ گفتگو یا عمل کرتے ہوئے دیکھتے تو بہت کم ایسا ہوتا کہ آپؐ اسے منہ پر اور سب کے سامنے ٹوکتے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آیا، اس کے کپڑوں پر کچھ پیلے پیلے دھبے تھے، جب وہ آدمی چلا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اگر یہ شخص اپنے کپڑے تبدیل کر لیتا یا کپڑوں پر لگے دھبوں کو صاف کر لیتا تو کتنا اچھا ہوتا (اس سے اس تک دوسروں سے اصلاح کی بات پہونچ جاتی اور وہ اصلاح کر لیتا)۔

☆ لوگوں کی اصلاح کے لئے ایسا ڈھنگ کبھی اختیار نہ کیا جس سے لوگ اللہ کی بندگی سے نفرت اور بیزاری ظاہر کریں، اصلاح کرنے والوں کو بھی یہی تاکید کی۔

☆ راستہ چلتے وقت نگاہیں نیچی اور سر جھکا کر چلتے تھے۔

☆ کوئی تنقید کرے تو غصہ نہیں ہوتے تھے، کوئی بدتمیزی کرے تو برداشت فرماتے۔

☆ جب کسی صحابیؓ کو آپ ﷺ سے ملنا ہوتا تو وہ آپؐ کے کمرے پر دستک دیتے، ناخن سے دروازہ کھٹکھٹاتے، صحابہؓ کو آپ ﷺ سے بے انتہاء محبت ہونے کے باوجود آپؐ کو دل بھر کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیدھی سادی زندگی امت کے لئے نمونہ ہے

☆ ایک مرتبہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات پر خفا خفا سی تھیں، منہ دوسری طرف پھیر کر بیٹھی ہوئی تھیں، اُس دوران کسی نے کھجوروں کا تحفہ بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کھجوریں لے کر بی بی عائشہؓ کے سامنے رکھ دیں اور فرمایا: اے حمیراء! لو یہ کھجوریں اللہ کا نام لے کر کھاؤ! بی بی عائشہؓ نے بڑے ناز و انداز اور لاڈ سے جلدی بولیں: تو کیا میں اس سے پہلے اپنے والد کا نام لے کر کھاتی تھی؟ رسول اللہ ﷺ بی بی عائشہؓ کا یہ حاضر جواب سن کر کافی دیر تک مسکراتے رہے۔ (مسند حاکم)

☆ بی بی عائشہؓ نے ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول ﷺ! آپ کو مجھ سے کس قدر محبت ہے؟ آپؐ نے فرمایا: مجھ کو تم سے اس قدر مضبوط اور گہری محبت ہے جس طرح رسی کی گرہ پختہ اور مضبوط ہوتی ہے! اس پر بی بی عائشہؓ کبھی کبھی مذاق سے پوچھتی رہتیں کہ حضورؐ آپ کی محبت کی گرہ میرے ساتھ کس حال میں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر فرماتے: بہت اچھے حال میں ہے! اس میں کوئی ڈھیلا پن کمزوری نہیں آئی۔ (مسند حاکم)

☆ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ایک غلام جو آٹا پیس رہا ہے اور ساتھ ساتھ رو بھی رہا ہے، قریب جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے، اس کا ظالم آقا اس کو رخصت نہیں دے رہا ہے، آپ ﷺ نے اس کا آٹا خود پیسا اور پھر کہا کہ تمہاری طبیعت ٹھیک ہونے تک جب بھی آٹا پیسنا ہو تو مجھے بلا لو۔

☆ بی بی عائشہؓ کے پاس ایک انصاری صحابیہ آئیں اور دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے ہیں وہ معمولی دوہرے چمڑے کا ہے، انہوں نے گھر جا کر ایک اونی بستر بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ بی بی عائشہؓ نے عرض کیا کہ ایک انصاری خاتون نے یہ تحفہ بھیجا ہے، آپؐ نے فرمایا: اسے

واپس کر دو! بی بی عائشہ! نے اُسے واپس کرنے میں دیر کی، گھر میں دو تین مرتبہ اس بستر کو دیکھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اِسے واپس کر دو! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالی سونے چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ چلا دیتا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اپنے احترام میں کھڑے ہونے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: عجمی لوگوں کی طرح کھڑے نہ ہوا کرو، موجودہ زمانہ میں قوم کے رہبر اپنے ساتھیوں کو کھڑا ہونے سے منع نہیں کرت؛ بلکہ استقبال نہ کرنے پر ناراض ہو جاتے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ایک بورے پر سو رہے تھے، جب بیدار ہوئے تو جسم پر بورے کے نشان تھے، میں نے عرض کیا کہ حضورؐ! اگر آپ ارشاد فرمائیں تو ہم آپ کے لئے نرم بستر بچھا دیتے، حضورؐ نے فرمایا: مجھے اس دنیوی عیش و آرام سے کوئی دلچسپی نہیں، اس دنیا میں میری مثال ایسی ہے جس طرح سوار اور مسافر؛ کہ ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا پھر چل دیا۔ (ترمذی)

☆ گھر میں بیوی کا ہاتھ بٹاتے تھے، یہاں تک کہ آٹا گوندھ کر بھی دیتے تھے، جوتا اور کپڑا اپنے ہاتھ سے سی لیتے تھے۔

☆ بچوں اور عورتوں کو سلام کرنے میں پہل کرتے، بچوں کو کبھی نہیں مارتے، ان کے ساتھ کھیلتے، سواری بن کر ان کو پیٹھ کندھے اور گردن پر بیٹھا لیتے تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ کندھے پر بیٹھا کر کھیل رہے تھے، صحابی نے دیکھ کر کہا: کیا خوب سواری ہے! تو آپ ﷺ نے فرمایا: سوار بھی خوب ہے!

☆ کھانا کھاتے وقت کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالتے اور نہ غذاؤں پر تنقید کرتے، اگر کوئی چیز دل نہ چاہے تو جو چیز کھانا ہے کھا لیتے اور خاموش اٹھ جاتے تھے۔

☆ آپ ﷺ تقریباً ہر روز شہد پیتے تھے، شہد اور عطر بہت پسند تھا۔

☆ کوئی سردار یا قوم کے لیڈر آ جائیں تو آپ ﷺ پوری توجہ اور گرمجوشی سے ان کا استقبال کرتے، ایک مرتبہ یمن سے ایک سردار آئے، وہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استقبال کے لئے اپنا عمامہ پھیلا کر بچھا دیا، اس استقبال پر اس سردار نے عمامہ چوم کر واپس کر دیا اور اس پر بیٹھنے سے انکار کیا اور کہا: میں اس لائق نہیں ہوں! پھر بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

☆ نبی کریم ﷺ اپنی ازواج سے مذاق دل لگی بھی کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حریرا بنایا، بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تشریف لائیں، ان کو بھی پینے کے لئے کہا، وہ پینے تیار نہیں ہوئیں، حضرت سودہؓ نے کہا: اگر نہیں پیو گی تو اس کا آٹا منہ پر لگا دوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لگا دو! بی بی سودہؓ نے آٹا بی بی عائشہؓ کے چہرے پر مل دیا، تب حضورؐ نے کہا: تم بھی آٹا لگا کر بدلہ لے لو! بی بی عائشہؓ نے بھی ویسا ہی کیا۔

☆ ایک مرتبہ بی بی عائشہؓ منہ ہاتھ دھو رہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے گذرے تو بی بی عائشہؓ نے چلو میں پانی لے کر رسول اللہؐ پر پھینکا، رسول اللہ ﷺ نے بھی چلو میں پانی لے کر بی بی عائشہؓ پر پھینکا اور دونوں مسکرائے، پھر حضورؐ نے فرمایا: دیکھو عائشہ! میں نے زیادتی نہیں کی بلکہ بدلہ لے لیا ہے اور بدلے کا حکم قرآن میں موجود ہے۔

☆ ایک مرتبہ ایک عورت بھاری بوجھ سر پر رکھ کر جا رہی تھی، چلنے میں تکلیف محسوس کر رہی تھی، رسول اللہ ﷺ نے اس کا بوجھ لے کر اس کی مدد فرمائی۔

☆ ایک نابینا عورت ایک راستہ سے گذرتے ہوئے ٹھوکر کھا کر گر پڑی تو نبی کریم ﷺ نے عورت کو اُٹھا کر اس کے گھر تک پہنچا دیا اور اس کو ہر روز کھانا لے جا کر دیا کرتے تھے۔

شوہر کی پریشانی میں بیوی ہمت افزائی کرے

☆ پہلی مرتبہ جب وحی نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ تیزی سے گھر آئے اور بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: مجھے کمبل اُڑھاؤ! مجھے کمبل اڑھاؤ! مجھے خوف اور اپنی جان کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔

☆ چاروں طرف بت پرستی کا ماحول تھا، ایسے میں اکیلے اٹھ کر بت پرستی کی مخالفت کرتے ہوئے ایک اللہ کی دعوت دینا بڑے دل گردے کی بات تھی، سارے معاشرے کو دشمن بنالینا تھا، بی بی خدیجہؓ نے آپ کی پریشانی سن کر بھانپ لیا اور ہمت دلاتے ہوئے کہا کہ: آپ گھبرایئے مت! خطرے کی کوئی بات نہیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ ﷺ کو کبھی ضائع اور رسواء نہیں کرے گا، آپ ﷺ تو لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور صلہ رحمی کرتے ہیں، ان کی مصیبت میں کام آتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں، لوگوں کے قرض اور بوجھ اٹھاتے ہیں، غریب اور کمزور لوگوں کی مدد کرتے ہیں، مسافروں کی مدد کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور سچائی کا ساتھ دیتے ہیں، میسرہ کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے سارے حالات کو جان کر ورقہ بن نوفل کے پاس جا کر بیان کیا، پھر رسول اللہ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لیجا کر آپ ﷺ کے پیغمبر ہونے کی تصدیق کروائی، وحی کا سلسلہ بند ہونے پر ہمت دلائی اور غمگین نہ ہونے کی تلقین کی، سب سے پہلے ایمان قبول کر کے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی، رسول اللہ ﷺ پر مشرکین جو زیادتی کر رہے تھے اس کے باوجود آپؓ نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو دعوت دین کے کام سے نہیں روکا۔

ہر مسلمان عورت کو اپنے شوہر کی پریشانی میں اسی طرح ہمت افزائی کرنی چاہئے اور اللہ کی حفاظت کا احساس دلانا چاہئے، بی بی خدیجہؓ دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی حقیقت جان گئی تھیں، اس لئے حق کا ساتھ دینے ہر طرح سے تیار رہیں، شوہر کو ہمت وحوصلہ دیا۔

اس میں بھی یہ سبق ہے کہ جب کوئی عجیب واقعہ ہو جائے تو انسان اپنے خاندان میں سب سے پہلے اُس سے بیان کرے جو عقلمند، سمجھدار اور اس سے محبت کرنے والا ہو، اس کی وجہ سے انسان کو ہمت ملتی ہے اور پریشانی دور ہوتی ہے، جس طرح حضرت یوسفؑ نے والد سے کہا اسی طرح حضور ﷺ کے خاندان میں حضرت خدیجہؓ تھیں، حضرت خدیجہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت افزائی کی اور اخلاقِ حمیدہ کا تذکرہ کر کے اللہ کی مدد کا احساس دلایا، وہ جان گئیں کہ جو لوگ اللہ کے ضرورت مند بندوں کے ساتھ حسن سلوک

کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان کی حفاظت اور مدد کرتا ہے، ہر عقلمند بیوی کو شوہر کی پریشانی پر اس کی اچھائیوں کا زبردست احساس دلا کر ہمت دے، انسان کو پریشانی میں سب سے زیادہ سکون گھر کے افراد کی تائید اور ہمت افزائی سے ملتا ہے۔

مگر آج کل ایمان کی کمزوری اور دین سے دوری پر دعوت وتبلیغ کے کاموں میں مشکلات اور تکالیف آجائیں تو گھر کے افراد سے پہلے بیوی خود اپنے شوہر کو دین کا کام چھوڑ دینے اور مشکلات سے بچنے کو کہتی ہے، اور بھوک پیاس، گھر کے سکون وآرام کے برباد ہونے اور شوہر کے ساتھ تکالیف جھیلنے نہ تیار رہتی ہے اور نہ شوہر کی ہمت افزائی کرتی ہے۔

جو لوگ دین پر چلنے اور داعی کا کام کرنے کا ذہن رکھتے ہیں ان گھرانوں کی عورتوں کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نقل کرتے ہوئے اپنے گھر کے افراد کی دین کے کاموں میں ہمت افزائی کرنی چاہئے اور ان کو زیادہ سے زیادہ دین کی تبلیغ کے لئے وقت فارغ کرنے کا موقع دینا چاہئے، بیوقوف عورتیں اپنے مردوں کو دین کے کام کرنے پر طعنہ دیتی ہیں اور گھر کے مختلف کاموں میں مصرف رکھ کر دینی کاموں سے دور کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں اور گھروں میں اسلامی احکام کو چلنے نہیں دیتیں، سنت کے مقابلے جہالت کے کام کرواتی ہیں، حضرت خدیجہؓ کی مثال لے کر ہو سکے تو اپنے بچوں اور مردوں سے تبلیغِ دین کے لئے مال خرچ کریں اور اچھے سی ڈیز، اچھی کتابیں تقسیم کروائیں، رشتہ داروں کو آنے پر یا خود کسی کے ہاں مہمان بننے پر رشتہ دار واور محلّہ والوں کو جمع کر کے کسی عالم کے ذریعہ وعظ ونصیحت کر کروائے، اس سے گھر کے افراد پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے اور دینداری پیدا ہوتی ہے، مشکلات کو دور کرنے کے لئے شوہر اور گھر کے افراد کو دعوتِ دین کے نئے منصوبے بتلائیں۔

☆☆☆☆☆

جنتی بیوی اپنے عقلمند و دیندار داعی شوہر کا ہر طرح ساتھ دیتی ہے

☆ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اکثر یاد فرماتے رہتے تھے، ایک دن آپؐ نے ان کا تذکرہ فرمایا تو میں نے کہا: آپؐ ہمیشہ قریش کی اس بڑھیا کو یاد کرتے رہتے ہیں جو بہت پہلے انتقال کر گئیں؛ یہاں تک کہ اللہ نے اس سے بہتر بیوی آپ کو عطا فرمایا، اس پر آپؐ نے فرمایا: عائشہ! اس سے بہتر بیوی مجھے میسر نہیں آئی، وہ ایسی عظیم عورت تھی کہ وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے میرا انکار کیا، اس نے میری اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا، اس نے میری اپنے مال سے مدد کی جب لوگوں نے محروم کیا، اللہ نے مجھے اس سے اولاد عطاء کی جبکہ دیگر بیویوں سے مجھے اولاد نہ ملی۔

☆ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک دولت مند اور بڑے گھرانے کی خاتون تھیں، رسول اکرم ﷺ ان کا مال لیجا کر تجارت کرتے تھے، ان کے مقابلہ رسول اللہ ﷺ غریب انسان تھے، مگر نکاح کے بعد بی بی خدیجہؓ نے وفادار اور فرمانبردار بیوی کا کردار ادا کیا، آپ پر ایمان لائیں، آپؐ کی تصدیق کی اور آپؐ غار حراء میں کئی کئی دن رہتے، ہر تین چار دن بعد توشہ ختم ہونے پر گھر آکر لے جاتے، مگر کبھی شوہر کو یہ نہیں کہا کہ آپ روزگار چھوڑ کر غار میں کیوں وقت گذار رہے ہیں؟ نبی بنائے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو دعوتِ دین کے لئے آزاد رکھا اور روزگار کمانے پر مجبور نہ کیا؛ بلکہ آپؐ پر اپنا مال خرچ کیا، کبھی یہ نہ کہا کہ لوگ آپؐ کے دشمن بن رہے ہیں اس لئے یہ کام چھوڑ دیجئے، خدمت کے لئے اپنے غلام میسرہؓ کو آپؐ کے ساتھ دے دیا، اتنا ہی نہیں مکہ کے مشرکوں نے جب آپؐ کا بائیکاٹ کیا تو ایک دولتمند عیش و آرام میں رہنے والی خاتون شعب ابی طالب میں تین سالوں تک اپنے شوہر کے ساتھ بھوک پیاس و تکلیف میں برابر شریک رہیں، کبھی اپنے شوہر پر غصہ یا شکایت نہیں کی، نہ نافرمانی کی اور نہ بیزاری ظاہر کی؛ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے کام کا تحمل کے ساتھ ساتھ دیا۔

اگر نیک، دیندار، عقلمند بیوی اپنے عقلمند دیندار داعی شوہر کا اسی طرح ساتھ دے تو میاں بیوی کی زندگی دنیا ہی میں جنت کا نمونہ بن سکتی ہے اور اسلام کو طاقت مل سکتی ہے، ہر ایمان والی عورت کو اپنے سمجھدار شوہر پر اسی طرح قربان ہونا چاہئے اور آخرت بنانا چاہئے، بی بی خدیجہؓ کی زندگی کی مثال قیامت تک کے لئے حقیقی ایمان والی عورتوں کی رہبری کے لئے زبردست نمونہ ہے؛ کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لاکر ایمان کا حق ادا کیا اور اسلام پر مضبوطی سے جمی رہیں، ان کی اس طرح کی قربانی پر اللہ نے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ ان پر سلامتی کا پیغام بھیجا اور خود حضرت جبرئیلؑ نے انہیں سلام کہا۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قرآن میں یہ آیت اتری کہ کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے، تو حضرت ابو دحداح انصاریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا اللہ واقعی ہم سے قرض چاہتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اے ابو دحداح! پھر انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ اپنا ہاتھ لایئے، رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدیا، حضرت ابو دحداحؓ نے کہا: میں نے اپنا باغ اپنے رب کو قرض دے دیا؛ جس میں چھ سو (٦٠٠) کھجور کے درخت تھے، اس وقت ان کی بیوی حضرت ام دحداحؓ اپنے بچوں کے ساتھ باغ میں تھیں، وہ باغ کو واپس آئے اور آواز دی کہ اے ام دحداح! اندر سے بیوی نے کہا: جی! تب حضرت ابو دحداحؓ نے کہا: باغ سے باہر آجاؤ! کیونکہ میں نے اس کو اپنے رب کو قرض میں دے دیا ہے، بیوی نے کہا: اے ابو دحداح! آپ کی تجارت کامیاب رہی اور اس کے بعد وہ اپنا سامان اور بچوں کو لے کر نکل آئیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو دحداح کے لئے جنت میں کتنے ہی شاداب اور پھل دار درخت ہیں، ذرا غور کیجئے! کیا ہم اس طرح کی قربانی دے سکتے ہیں؟

بی بی خدیجہؓ نے حضرت جبرئیلؑ کے فرشتہ ہونے کی تصدیق کی

☆ بی بی خدیجہؓ چونکہ ورقہ بن نوفل کی قریبی رشتہ دار تھیں؛ اس لئے فرشتوں کے تعلق

سے سنتی رہی ہوں گی، اپنے غلام میسرہؓ کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خدمت میں رکھ کر سارے حالات معلوم کرتی تھیں، حضرت عبداللہ بن الحسنؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی ماں فاطمہ بنت الحسینؓ سے، انہوں نے بی بی خدیجہؓ سے نقل کیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ غار حراء میں رسول اللہ ﷺ کی فرشتے سے ملاقات ہوئی تو آپ ؐ پریشان تھے کہ یہ پاک روح ہے یا کوئی بدروح؟ اس کا ذکر بی بی حدیجہؓ سے کیا، بی بی خدیجہؓ نے فرشتے کے آنے پر اطلاع دینے کو کہا، کیونکہ فرشتہ بی بی خدیجہؓ کو تو نظر نہیں آتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے جبرئیلؑ کے آنے پر ان سے کہا تو بی بی خدیجہؓ نے آپ ؐ کا سر اپنی گود میں رکھا، پھر اپنے سر پر سے کپڑا ہٹا دیا؛ ان کے ننگے سر ہونے کی وجہ سے فرشتہ ہٹ گیا، پھر آپ نے اپنے سر پر ڈوپٹہ ڈال لیا تو پھر فرشتہ آموجود ہوا، رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ ڈوپٹہ ہٹانے سے فرشتہ جا رہا ہے اور اوڑھنے سے وہ موجود رہتا ہے، تو بی بی خدیجہؓ نے کہا: یہ فرشتہ ہے! پاک روح ہے، کوئی بدروح نہیں۔ (سیرت النبی:۱/۷۷، ۷۸، تاریخ طبری)

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد کئی دنوں تک بی بی عائشہؓ رسول اللہ ﷺ ہی کے کمرے میں رہتی تھیں، اور اپنے سر پر کپڑا نہیں رکھتی تھیں، جب والد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتقال ہوا تب بھی آپؓ اپنے سر پر کپڑا نہیں رکھتی تھیں، جب حضرت عمر فاروقؓ کا انتقال ہوا تو کمرے میں سر پر اوڑھ کر آنے لگیں، تب لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ: وہ میرے شوہر اور میرے والد تھے، حضرت عمرؓ کے دفن ہونے کے بعد مجھے سر چھپانا ضروری ہے، وہ محرم تھے اور یہ نامحرم ہیں۔

اس سے بے پردہ خواتین کو عبرت ونصیحت حاصل کرنا چاہئے کہ وہ اگر گھروں اور محلوں میں بے حیائی اور بغیر اوڑھنی کے پھرتی ہیں یا آوارہ عورتوں کی طرح بال کھلے رکھ کر گھومتی اور دعوتوں میں آتی ہیں، تو کیا ان کے قریب رحمت کے فرشتے آئیں گے؟ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں چہروں پر نورانیت نظر نہیں آتی، اکثر تو بغیر سینہ پر ڈوپٹہ اوڑھے بے حیائی کے ساتھ جسم کے ابھار دکھاتے بازاروں میں پھر رہی ہیں۔

رشتے داروں کو دعوت دینے کا آسان طریقہ

☆ نبوت ظاہر ہونے کے تین سال بعد اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ اپنے رشتے داروں کو دین کی دعوت دو! رسول اللہ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو کھانے پر مدعو کرکے دعوتِ دین دینے کا پروگرام بنایا، پہلے دن ابولہب کھانا کھانے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے پہلے تمام رشتہ داروں کو مخالفت پر اکسایا اور لوگوں کو بھڑکا دیا، رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی بی بی صفیہؓ بھی موجود تھیں، وہ ابولہب کی باتیں سن کر بیتاب ہوگئیں اور ابولہب پر غصہ ہوئیں کہ شرم نہیں آتی بھتیجے کی مخالفت کررہا ہے؟ خدا کی قسم! ہم پہلے ہی سے یہ بات سن رہے تھے کہ آلِ مطلب میں ایک نبی ہوگا، سن لے! یہ وہی نبی ہیں، پھر دوسری مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے دعوت طعام دے کر سب کو جمع کیا اور ان سب سے فرمایا: میں اللہ کا سچا رسول ہوں، اس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے، سن لو! عرب میں کوئی اپنی قوم کے لئے مجھ سے بہتر چیز نہیں لایا، میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں، اس محفل میں سوائے حضرت علیؓ کے کوئی نہ اٹھا، پھر آپ ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر تمام قریش کے لوگوں کو جمع کیا اور ان کو عذاب الٰہی سے ڈرایا، رسول اللہ ﷺ کے اس طریقۂ کار سے اس بات کی تربیت ملتی ہے کہ ہر صاحبِ استطاعت مسلمان اپنے رشتہ داروں کو دعوتِ طعام پر مدعو کرکے ان کو صحیح عقیدہ، قرآن مجید کی تفسیر یا حدیث کا درس یا اسلامی احکام کی تعلیم دیں؛ تاکہ رسول اللہ ﷺ کی یہ سنت بھی پوری ہو۔

مسلمان مختلف عنوانات پر دعوت طعام کرتے ہیں مگر دین سکھانے کے عنوان پر بھی دعوت کا اہتمام کریں، اس سے زندگی میں برکتیں پیدا ہوں گی اور اللہ کی مدد حاصل ہوگی اور خاندانوں میں دین کی محنت چلتی رہے گی، لوگوں سے بے دینی دور ہوگی، بچوں میں دین آئے گا، بحیثیت مسلمان خاندان میں تبلیغ کا حق ادا ہوگا، خاندان والوں کو دعوت اسلام دینے کے بعد ان کی ہدایت کے لئے بھی دعاء کرتے رہیں۔

صحابہؓ کے زمانہ میں اور اس زمانہ کے مسلمانوں میں بہت بڑا فرق ہے، صحابہؓ انسانوں کو شرک و بدعات سے روکتے تھے اور ہم دنیا کی دوسری قوموں کو توحید سمجھانے کے بجائے خود شرک کرتے اور دوسروں کو قبر پرستی سیکھا کر قبروں سے جوڑ دیا۔

لوگ عام طور پر اثر ورسوخ رکھنے والوں کے پیچھے بھاگتے ہیں!

☆ رسول اللہ ﷺ کو مکہ والوں نے یتیم دیکھا تھا، آپؐ دولتمند نہ تھے، بچپن میں بکریاں چرایا کرتے تھے، جوان ہونے پر اپنے قبیلے والوں کی طرح تجارت کا پیشہ اختیار کیا، لوگوں کا مال لیجا کر دوسرے علاقوں میں منافع پر فروخت کیا کرتے تھے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، اَن پڑھ تھے، جب نبوت کا دعویٰ کیئے تو مکہ کے سرداروں کو یہ دعویٰ عجیب لگا، شروع شروع میں آپؐ پر کمزور اور غلام لوگ ہی ایمان لانے لگے، سرداروں کے لئے یہ بات اپنی اَنا کی بن گئی کہ وہ ایک عام، غریب، بے پڑھے لکھے، بے سہارا انسان کو پیغمبر مان کر اس کی اطاعت میں کیسے رہیں؟ جو ہمارے رشتے کا نہیں، اس لئے باوجود سچا جاننے کے مخالفت پر ڈٹے رہے، وہ یقین ہی نہیں کرتے تھے کہ آپؐ کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔

☆ اسی طرح قیامت تک اللہ تعالی اپنے دین کا کام کسی سے بھی لے سکتا ہے، ہر زمانہ میں زیادہ تر غریب، نادار اور کمزور لوگ ہی پرہیزگاری اختیار کر کے دین کی محنت کیئے اور ہر زمانہ میں دولتمند اور اثر ورسوخ رکھنے والوں کے لئے یہ بات انا رُکی ثابت ہوتی رہی، حضرت معاذ بن جبلؓ جب اسلام قبول کیئے تو اپنے سے کمتر اور چھوٹے غریب صحابیؓ کے پاس جا کر قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے تھے، مشرکین نے طعنہ دے کر کہا کہ کسی بڑے سردار کے ساتھ بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنا تھا؟ کیوں اپنی بے عزتی کروا رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اسی غرور وتکبر نے مجھے پیچھے کر دیا۔

☆ حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو یہود کے بہت بڑے عالم تھے، وہ اپنے گھر کے لئے لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھا کر لاتے تھے، لوگوں نے کہا کہ آپ کسی سے کہہ دیتے تو وہ یہ کام

کردیتا، آپ نے کہا: اسی سے میرے نفس کی تربیت ہورہی ہے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام کے دعوت دینے پر لوگوں نے یہی کہا تھا کہ: نہ وہ ہم پر دولت اور مقام ومرتبہ میں برتری رکھتا ہے اور نہ انسانیت کے رتبہ سے فرشتہ ہے، اس کو کیا حق ہے کہ وہ ہمارا پیشوا بنے اور ہم اس کے تابع ہوکر اس کے احکام کی اطاعت کریں۔

وہ بڑھئی کا کام کرتے تھے، اکثر پیغمبروں سے اللہ نے بکریاں چرانے کا کام لیا، اس میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ جس طرح بکریاں چرانے والا اپنی بکریوں پر ہر لمحہ ہر گھڑی چاروں طرف نظر رکھتا ہے، ان کو اِدھر اُدھر بھٹکنے نہیں دیتا، بھٹکنے پر فوراً اپنے گلّے میں پیار سے بلا لیتا ہے، بار بار گلّے سے ہٹنے پر غصہ نہیں ہوتا، خوب صبر کرتا ہے، کبھی کسی بکری کو مارتا نہیں، ان کے چرنے تک خود کھڑا رہ کر تکلیف اُٹھا کر بھیڑیوں پر نظر رکھتا ہے، اسی طرح پیغمبر کو بھی اپنی امت کے ساتھ یہ صبر والا سلوک کرنا ضروری ہے، وقت آنے پر کمزور، بیمار بکری کو چرواہا کندھے پر ڈال لیتا ہے، یہی حال پیغمبر کا انسانوں کے ساتھ ہونا ضروری ہے، اس طرح عمل کرنے سے انسان پیغمبر سے قریب اور جڑے رہیں گے، چرواہا خود تکلیف میں لکڑی کے سہارے کھڑا ہوکر بکریوں کو آرام پہنچاتا ہے۔

خادموں، غلاموں اور اپنے نوکروں کو اپنا بنالو!

☆ حضرت زید بن حارثہؓ بہت بڑے مرتبہ والے صحابی ہیں، ان کے والد حارثہ جو قبیلے طی کے سردار تھے، ان کی ماں سعدیٰ ان کو لے کر اپنے میکے گئی ہوئی تھیں، ڈاکوؤں نے ان کے قبیلہ کو لوٹ لیا اور زید بن حارثہؓ جو ابھی آٹھ سال کے تھے ان کو پکڑ کر غلام بنالیا، پھر عکاظ کے میلے میں لاکر فروخت کردیا، حکیم بن حزامؓ جو بی بی خدیجہؓ کے بھتیجے تھے انہوں نے خرید کر بی بی خدیجہؓ کو نذر کردیا، بی بی خدیجہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت زید بن حارثہؓ کو غلام اور خدمت گذار کی حیثیت سے تحفہ دے دیا، حضرت زیدؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تربیت پانے لگے، لوگوں کے ذریعہ زیدؓ کے والد اور چچا کعب کو اطلاع ملی کہ زیدؓ مکہ میں محمدﷺ

کے پاس غلام کی حیثیت سے ہیں، ان کے والد اور چچا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور بیٹے کو لے جانے منہ مانگے دام دینے کی پیشکش کی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم لوگ اور زیدؓ کی والدہ اس کی جدائی سے بہت پریشان ہیں، رسول اللہ ﷺ نے والد اور چچا کی باتیں سن کر فرمایا: میں زیدؓ کو بلاتا ہوں اور بغیر قیمت لئے آپ لوگوں کے حوالے کرنے تیار ہوں، یہ آپ کا بچہ ہے، اُسے آپ لوگ بالکل لے جاسکتے ہیں، مگر ایک شرط پر اگر وہ میرے پاس خوشی خوشی رہنے تیار ہے تو میں زبردستی کسی کو اپنے پاس سے نہیں نکال سکتا، اس بات پر وہ دونوں بھی خوشی خوشی راضی ہوگئے اور کہا کہ یہ تو بہت انصاف کی بات آپ ﷺ نے کی، شائد وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ کئی دنوں سے ماں باپ سے بچھڑ جانے کے بعد زیدؓ بیتاب ہو کر روتے ہوئے ہمیں لپٹ جائے گا اور اس غلامی کی زندگی سے فوراً ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔

مگر ان کے تعجب کی انتہاء نہ رہی جب زیدؓ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں یہ میرے ابا اور چچا ہیں! پھر والد نے کہا: بیٹا تم ہمارے ساتھ چلو! وہاں تمہارے لئے تو سرداری انتظار کررہی ہے اور تم یہاں غلام بنے بیٹھے ہو؟ حضرت زیدؓ نے رسول اللہ ﷺ کے گھٹنوں سے لپٹتے ہوئے کہا: ابا! میں انہی کے ساتھ رہوں گا، میں یہاں غلام کی طرح نہیں ہوں، مجھے جو محبت انہوں نے دی ہے اس پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا، کہا کہ میں آپؐ کے ساتھ ہی رہوں گا، اس جواب پر ان کے والد اور چچا نے خوشی خوشی رسول ﷺ کے ساتھ ہی رہنے کی اجازت دیدی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو آزاد کیا، حرم شریف میں ہاتھ پکڑ کر لے گئے اور پورے لوگوں کے سامنے اعلان کیا کہ زید آج سے میرا منہ بولا بیٹا ہے، اس کے بعد لوگ بھی حضرت زیدؓ کو زید بن محمد کے نام سے پکارنے لگے۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرت زیدؓ کے اس واقعہ سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ جب ہمارے ساتھ کوئی بھی غریب، خادم، نوکر، غلام یا غیر مسلم بھی ہوں جو دن رات ہماری

خدمت کرتے ہوں تو ہمیں ان کے ساتھ ایسا حسن سلوک اور محبت کا برتاؤ اور مساوات انسانی کا سلوک کرنا چاہئے کہ وہ پھر اپنے خاندان اور اپنے مذہب والوں میں ویسے سلوک اور برتاؤ کی امید نہ رکھیں اور ہمارے ہو جائیں، ہمارے قریب رہ کر اخلاق وکردار ہمارا سیکھیں، ہمارا کلچر اختیار کریں، مگر ہم اپنے نوکروں اور خدمت گذاروں کے ساتھ برابری اور عزت داری کا سلوک نہیں کرتے، ان کو بے عزتی سے پکارتے ہیں، دستر خوان پر یا کسی بھی جگہ اپنے ساتھ کرسی پر تک نہیں بیٹھنے دیتے، ہم بیٹھے ہوں تو وہ کھڑا رہتا ہے، گویا ہم مساوات انسانی کو بھول کر غیر مسلموں کے طرز پر نوکر کو نوکر ہی کی حیثیت سے رکھتے ہیں، جیسے غیر مسلم سلوک کرتے ہیں ویسا ہی سلوک ہم بھی کرتے ہیں، نوکروں، خادموں اور مزدوروں کو اپنا بنالو! پھر اسلام کی روشنی زندگیوں سے ظاہر ہوگی، ایمان والا اپنے مالک اور پروردگار کو **الودود** جانتا ہے کہ اس کا مالک انسانوں سے محبت اور رحم کرتا ہے، وہ اپنے مالک کی نقل میں رحم اور محبت کرنے والا بنا رہتا ہے، جنگ خندق کے موقع پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جاسوسی کر کے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے قریب پہلو میں لیٹا کر اپنا کمبل اُڑھا دیا۔

گانا بجانا اور فحش کام اللہ کو بالکل پسند نہیں!

ہر زمانہ میں جو لوگ ایمان سے دور رہے اور ہیں ان کے پاس نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ مستی وعیاشی کی خاطر گانا بجانا، ناچنا، فلموں، ڈراموں اور مختلف ٹی وی پروگراموں کو دیکھ کر وقت گذارتے ہیں اور جاہلانہ رسمیں اختیار کر کے اپنے نفس کو مزہ دیتے ہیں، یہی حال زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا تھا، وہ بھی ناچ، گانا، شراب، جوا اور کہانیاں، بے حیائی کی باتیں سن کر مزے لینے کے عادی تھے، شعر شاعری کی محفلیں منعقد کرتے تھے۔

☆ چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب بچپن میں بکریاں چراتے تو اس وقت آپؐ کے ساتھ ایک اور لڑکا بھی بکریاں چرایا کرتا تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ فلاں مقام پر

رات میں گانا بجانا اور کہانیوں کی محفل منعقد ہونے والی ہے، میں آج رات جا کر اس محفل سے لطف لے کر آتا ہوں، تم میرا کام سنبھالو! پھر دوسرے دن رسول اللہ ﷺ سے آ کر کہا کہ آج رات فلاں گھر میں شادی کی محفل ہے اور اس میں کہانیاں سنانے اور گانے بجانے کا پروگرام ہے، آج رات تم جاؤ اور وہاں سے لطف لے کر آنا، رسول اللہ ﷺ بچے تھے، آپؐ وہاں گئے، ابھی پروگرام شروع نہیں ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر نیند طاری کردی، اور آپؐ سو گئے اور ایسا سوئے کہ صبح سورج طلوع ہونے کے بعد بیدار ہوئے، پھر اس چرواہے لڑکے نے دوسری بار آپؐ کو دوسری محفل میں گانا اور کہانیاں سننے کی ترغیب دی، دوسرے مرتبہ بھی آپ ﷺ اس ارادے سے اس مقام پر آئے مگر پھر اللہ نے نیند طاری کردی اور صبح تک سوئے رہے، اللہ نے آپ کو زمانۂ جاہلیت میں بھی گانے بجانے اور فحش کاموں سے محفوظ رکھا۔

موجودہ زمانہ میں لوگ بیہودہ شاعری، لطیفہ گوئی اور یوروپی ملکوں میں عاشقی کرنے والے مرد اپنی محبت اور عیاشی کی داستانیں سنا کر لوگوں کو مزا دیتے ہیں یا پھر پوری دنیا میں لوگ گندی ناپاک فلموں اور ڈراموں میں وقت گذارتے ہیں، ایمان والوں کو ان چیزوں سے دور رہنا ہوگا، اسلام نے گانے بجانے سے سختی سے روکا اور حرام کہا ہے، موسیقی سے آدمی کی عقل میں فساد پیدا ہوتا ہے اور وہ مہذب ہو کر بھی اپنے جسم کو حرکت دینا شروع کر دیتا ہے۔

مسلمانوں کی محفلوں اور دعوتوں میں زمانۂ جاہلیت کی طرح گانا بجانا، فضول خرچی، آتش بازی، آرکسٹرا، قوالیاں، میوزک، بے پردگی، بے حیائی، وقت کی بربادی، شادی خانوں کو سجانا، اسٹیج بنانے پر ہزاروں کا خرچ، شادی خانوں میں جوس اور چرڈنڈی کی دکانیں لگانا وغیرہ یہ سب زمانۂ جاہلیت کی نقل ہے، بے دینی کی علامتیں ہیں اور اسلام سے دوری کا نتیجہ ہے، اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو شروع ہی سے گندی اور ناپاک زندگی سے دور رکھا، صحابہؓ کی محفلوں میں نورانیت ہوتی تھی شیطانیت نہیں، موجودہ زمانہ میں مسلمان

شیطانی اعمال کے ساتھ اسلام پر چلنا چاہتے ہیں۔

متقی پرہیزگار مسلمان ان تمام شیطانی اعمال سے دور رہتا ہے اور اپنا وقت اپنی دولت اور اپنے اعمال کی حفاظت کرتا ہے، وہ ہر کام میں اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کا خیال رکھتا ہے، وہ اپنی شادی بیاہ اور دوسری دعوتوں میں شیطان کو داخل ہونے نہیں دیتا اور فضول خرچی کر کے شیطان کا بھائی نہیں بنتا، اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں کو پسند نہیں کرتا، اس لئے اپنے نبی ﷺ کی حفاظت فرمایا، اس لئے دیندار لوگ ایسی محفلوں میں شریک ہونے سے بھی دور رہیں، فوراً ایسے مقامات سے دور ہو جائیں، اکثر مرشد لوگ اپنے مریدوں کی ایسی محفلوں میں بغیر اعتراض وتحقیق کے شریک ہو جاتے ہیں؛ حالانکہ برائی کو رسول اللہ ﷺ نے زبان سے ہاتھ سے روکنے یا دل سے برا سمجھنے کی تعلیم دی ہے، ایسی محفلوں میں اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔

لڑائی میں مظلوم جواب نہ دے تو اللہ فرشتہ سے لعنت کرواتا ہے

☆ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک جاہل شخص گالیاں دے کر برا کہہ رہا تھا، اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اس کے برے الفاظ پر خاموش کھڑے سن رہے تھے، اس کو جواب نہیں دے رہے تھے، اس وقت رسول اللہ ﷺ بھی خاموش سن رہے تھے، جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو برداشت نہ ہوا تو وہ اس جاہل لڑاکو انسان کو جواب دینے لگے تب رسول اللہ ﷺ وہاں سے چلے گئے، بعد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چلے جانے کے بارے میں آپؐ سے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک تم خاموش تھے منجانب اللہ فرشتہ اسے تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا، جب تم نے خود جواب دینا شروع کیا تو وہ فرشتہ وہاں سے چلا گیا، اس لئے میں بھی وہاں سے چلا گیا۔ (ابوداؤد)

مسند امام احمد میں یہ اضافہ ہے کہ: فرشتہ چلے جانے کے بعد شیطان وہاں آگیا؛ اس لئے میں شیطان کی موجودگی میں وہاں سے ہٹ گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے ابوبکر! تین باتیں ایسی ہیں کہ اس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں، ایک بات یہ ہے کہ جب کسی بندہ پر کوئی ظلم ہو اور وہ اللہ کی رضاء کے لئے خاموش رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی مدد فرما کر اسے عزت بخشتے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص عطیہ کا دروازہ کسی پر کھولتا ہے صلہ رحمی کے لئے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کے مال میں کثرت و اضافہ فرماتے ہیں، تیسری بات یہ ہے کہ جو شخص کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرتا ہے اور اس سے اس کا ارادہ مال کو بڑھانا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال میں مزید کمی کر دیتے ہیں۔

اس واقعہ سے ایمان والوں کو یہ نصیحت و تربیت ملتی ہے کہ کسی بھی لڑائی جھگڑے میں جاہل، بیوقف، نادان اور جھگڑالو انسان گالی گلوچ کرے، برا بھلا کہے یا بے عزتی کرے تو ایمان والے یکطرفہ صبر کرلیں، اس سے جھگڑا بڑھتا نہیں ہے اور مقابل پر اللہ کی لعنت برستی ہے تو وہ زندگی میں مشکلات اور بے عزتی سے دوچار ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص کامل مؤمن نہیں جو فحش اور گالیاں بکتا ہے۔ (ترمذی)

☆ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور نہ اس سے (تکلیف دہ) مذاق کرو اور نہ اس سے ایسا وعدہ کرو جو پورا نہ کرسکو۔ (ترمذی)

انسان پر جب مخالف حالات آتے ہیں تو اندر کا نفس جاگ اٹھتا ہے اور اس وقت ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہے یا منافق، انسان کا اصلی رنگ تب ہی نظر آتا ہے۔

سورۃ الفرقان میں اللہ تعالیٰ نے رحمٰن کے بندوں کی یہ صفت بتلائی ہے کہ وہ جاہل اور جھگڑالو انسانوں سے نہیں الجھتے اور ان کو سلام کر کے علاحدہ ہو جاتے ہیں، بحث و تکرار کر کے بات نہیں بڑھاتے اور زمین پر تکبر سے اَکڑ کر نہیں چلتے، عاجزی اور نرمی کی چال چلتے ہیں۔

ایمان والوں کو تعصب، بغض اور بدلہ لینے سے دور رہنا چاہئے

☆ مکہ میں رسول اللہ ﷺ جب دعوت ایمان دے رہے تھے تو لوگوں نے آپؐ پر اور صحابہؓ پر ظلم کے پہاڑ توڑے؛ لیکن جب مکہ فتح ہوا اور مکمل اقتدار ہاتھ میں آیا تو کسی سے تعصب نہیں رکھا اور نہ انتقام و بدلہ لیا، بخاری کی روایت ہے کہ ہجرت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہو کر عبادت کرنا چاہ رہے تھے، اس وقت کعبہ کی کنجی دربان کی حیثیت سے حضرت عثمان بن طلحہؓ کے پاس تھی، وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے عبادت کی غرض سے کنجی مانگی، انہوں نے دینے سے انکار کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے عزتی سے پیش آئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عثمان! ایک دن وہ آئے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی، مجھے اختیار ہوگا کہ میں جس کو چاہوں اسے دے دوں، یہ سن کر اس وقت حضرت عثمان بن طلحہؓ نے کہا: وہ دن قریش کی تباہی اور بے عزتی کا دن ہوگا۔

جب مکہ فتح ہوا رسول اللہ ﷺ تمام اختیارات کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور سب سے پہلے کعبۃ اللہ کا طواف کرنا چاہا تو حضرت عثمانؓ سے کنجی لی اور کعبہ کے اندر داخل ہو کر اندر کے بت نکال دئے، پھر کعبہ سے باہر آ کر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کردو''، اس وقت آپ کے ہاتھ میں کنجی تھی، حضرت علیؓ بنو ہاشم کی طرف سے حاجیوں کی خدمت کا واسطہ دے کر کعبہ کی کلید برداری کے لئے کنجی مانگی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کی درخواست کا کوئی جواب دئے بغیر پوچھا کہ عثمان بن طلحہؓ کہاں ہیں؟ ان کو بلایا گیا، وہ اس وقت تک مسلمان ہو چکے تھے، کنجی ان کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: اے عثمان! اپنی کنجی لو! آج وفا اور سلوک کا دن ہے، یہ کنجی تمہارے ہی خاندان میں موروثی طور پر رہے گی، سوائے ظالم کے کوئی تم سے یہ کنجی نہیں چھینے گا۔ (بخاری)

دنیادار اور ایمان سے محروم انسانوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ اقتدار اور فتح ملنے کے بعد مظلوم انسانوں سے بدلہ لیتے، سزاء دیتے اور ان کے عہدوں پر اپنے خاص خاص لوگوں کو عہدے دیتے ہیں، ان کی بے عزتی کر کے بے حیثیت کر دیتے ہیں، اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم جب دنیا میں رسول اللہ ﷺ کے نمائندے کی حیثیت سے رکھے گئے ہیں اور اب قیامت تک کوئی نبی آنے والا نہیں ہے تو ہم دنیا کے تمام انسانوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے کردار کی نقل کرتے ہوئے انہیں اسلام سمجھائیں اور اسلام کو سمجھنے کا موقع دیں، اگر ہم ایمان والے ہو کر بھی غیر ایمان والوں کی طرح لوگوں کو معاف کرنے عفو و درگذر کرنے والے نہیں بنیں گے اور غیر مسلموں کی طرح بغض وعداوت سے بدلہ وانتقام لیں گے تو ہم اسلام اور غیر اسلام کو کیسے سمجھا سکیں گے؟ ہمیں بھی قرآن کی عملی مثال کا نمونہ عمل سے ظاہر کرنا ہوگا تب ہی اسلام کی روشنی اور نور دوسروں کو دکھائی دے گا، ہمیں خلیفۂ زمین ہو کر ایمان رکھنے کے بعد اللہ کی صفات تواب، عفو ودرگذر کی نقل کرنا ہوگا۔

☆ جنگ بدر میں حضرت سہیل بن عمروؓ جو اس وقت مشرک تھے مشرکین مکہ کی طرف سے لڑنے آئے تھے؛ گرفتار ہو کر مدینہ لائے گئے، یہ شخص ہر جگہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے تقریر کرنے کے بعد آپؐ کی مخالفت میں نفرت دلاتے ہوئے تقریر کرتے تھے، حضرت عمر فاروقؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ ان کے دانت توڑ دئے جائیں تا کہ وہ آئندہ اس انداز میں تقریر نہ کر سکے، رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اور کہا کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میرا چہرہ بگاڑ دے گا اگر چہ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔

☆ ایک مرتبہ ایک دیہاتی آپؐ کے پاس آیا اس نے آپؐ کی چادر کا کونہ پکڑ کر زور سے کھینچا جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی گردن پر نشان پڑ گیا، پھر کہا: محمد! جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا ہے، آپؐ نے فرمایا: سارا مال اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں، اس نے کہا: میں دو اونٹ لایا ہوں ان پر سامان لا دو، رسول اللہ ﷺ نے اس دیہاتی سے پوچھا: تم جو سلوک میرے ساتھ کئے ہو کیا اس پر تم ڈرتے نہیں؟ وہ بولا:

نہیں! آپؐ نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے، آپؐ یہ سن کر ہنس پڑے اور حکم دیا کہ اس دیہاتی کو ایک اونٹ کا بوجھ جَو اور ایک اونٹ کے بوجھ کی کھجوریں دی جائیں۔

☆ حبرہ بن اسود کو اسلام سے سخت دشمنی تھی، حضرت زینبؓ کو مدینہ ہجرت کرتے وقت اونٹ سے نیزا مار کر گرا دیا تھا، جس سے وہ زخمی ہوئیں اور حمل ساقط ہو گیا، فتح مکہ کے بعد وہ بھاگ کر ایران جانا چاہا، اچانک ارادہ بدل کر رسول اللہ ﷺ کے رحم کرنے کے خیال سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے اور غلطی کا اعتراف کیا اور ایمان قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی، اللہ کے رسول ﷺ نے معاف کیا اور اُنہیں بھی سینہ سے لگالیا۔

زبان اور وعدہ کی سختی سے پابندی ہی مسلمانیت اور اسلام ہے

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولًا ۝ (بنی اسرائیل:۳۴)

اور عہد کو پورا کرو کیونکہ قیامت میں عہد کی باز پرس ہوگی۔

حدیث:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس میں چار چیزیں پائی وہ خالص منافق ہے: امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے، بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو توڑ دے، لڑائی جھگڑا کرے تو گالیاں دے، اگر چار باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی پائی جائے تو اس میں نفاق کی خصلت ہوگی، جب تک کہ وہ اسے ترک نہ کر دے۔ (بخاری ومسلم)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس انسان میں امانت نہ ہو اس کا کوئی ایمان نہیں اور جو وعدہ کو پورا کرنے والا نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ (مسند احمد)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (صف:۲)

اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔

حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ پورا نہ کرنا اور امانت میں خیانت خاص طور پر منافق کی علامات بتلائی ہیں۔ (بخاری)......اسلام نے اپنے ماننے والوں کو

وعدہ اور زبان کی پابندی کی سختی سے تاکید کی ہے، اسی سے اسلام کا بھرپور اظہار ہوتا ہے، موجودہ زمانہ میں غیر مسلم خصوصاً انگریز اسلام کی اس تعلیم کو اختیار کر کے انسانوں کو متاثر کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی صحیح تربیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ وعدہ اور زبان کی پابندی نہیں کرتے، یوں سمجھئے کہ باطل حق کی روش اختیار کیا ہوا ہے اور حق والے باطل کے طریقے پر چل رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی نبوت ظاہر کرنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو جن صفات سے آراستہ کیا تھا ان میں وعدہ اور زبان کی پابندی بہت زیادہ تھی، اسی کی وجہ سے انسان اپنے معاشرہ میں اعتماد اور بھروسہ کے قابل سمجھا جاتا ہے، لوگ رسول ﷺ کو اسی وجہ سے صادق وامین کہتے تھے، اس لئے مسلمانوں کو سب سے پہلے اس بنیادی صفت کو سختی سے اختیار کرنا چاہئے، داعی حضرات کو بھی اس کی سخت پابندی کرنا بہت ضروری ہے۔

☆ سنن ابو داؤد: جلد ۳۲، صفحہ ۳۲۶ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت سے پہلے تجارت کا پیشہ اختیار کیا تھا، حضرت عبداللہ ابن ابی الحمساءؓ خود بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ سے تجارت کا ایک سودا کیا تھا، اس میں کچھ سامان باقی رہ گیا تھا، میں نے وعدہ کیا کہ باقی سامان ابھی لا کر دوں گا، اتفاق سے وعدہ کے خلاف دیگر کاموں میں لگ کر وعدہ بھول گیا، تین دن تک مجھے اپنا وعدہ یاد نہیں آیا، تیسرے دن جب وعدہ یاد آیا تو فوراً سامان لے کر اسی مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اسی جگہ میرے منتظر تھے، لیکن اس وعدہ خلافی پر آپ ﷺ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا، صرف اس قدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی، میں اسی مقام پر تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

ذرا غور کیجئے کیا ہم رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہوئے، ایمان رکھتے ہوئے، اپنی زبان اور وعدہ کے اس طرح پابند ہیں؟ بے شعور زندگی گذارتے ہیں، وعدہ کی پابندی نہیں کرتے، اکثر تاجر وعدہ کر کے وقت پر مال نہیں دیتے، تجارت میں دھوکہ، جھوٹ بولتے ہیں، بیکار و ناکارہ مال کو عمدہ کہتے ہیں، قرض لیکر ڈوبا دیتے ہیں، وعدہ خلافی بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے۔

☆ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعاء مانگتے تھے کہ: اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تو ایک شخص نے آپؐ سے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ قرض سے اکثر پناہ مانگتے ہیں (اس کا کیا سبب ہے)؟ آپؐ نے فرمایا: آدمی جب قرضدار ہو جاتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی کرتا ہے۔ (بخاری)

غزوۂ بدر میں قلت کے باوجود وعدہ وزبان کی پابندی کی گئی

☆ حضرت حذیفہؓ کے والد الیمان یمن سے مدینہ نقل مقام کر کے مدینہ میں شادی کر لئے تھے، وہاں حذیفہؓ پیدا ہوئے، یہ لوگ ہجرت سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، جنگ کی اطلاع پا کر حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور ان کے والد فوراً مدینہ کا رخ کئے تا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر مشرکین سے لڑیں، راستہ میں مشرکینِ مکہ ان کو پکڑ لئے اور کہا کہ وہ مدینہ نہ جائیں، ورنہ وہاں جا کر مسلمانوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف لڑیں گے، ان دونوں نے کہا کہ ہم مدینہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے جا رہے ہیں، تب مشرکین نے ان دونوں سے عہد لیا کہ وہ مدینہ جا کر مسلمانوں کے ساتھ ملکر ان کے خلاف لڑائی میں شریک نہیں ہوں گے، یہ وعدہ کرنے ہی پر ان کو چھوڑا جائے گا، دونوں نے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے مجبوراً وعدہ کیا، مدینہ آنے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ سے اپنے اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے جہاد میں شریک ہونے سے ان دونوں کو روک دیا اور کہا کہ ہم ہر حال میں وعدہ پورا کریں گے، ہمیں صرف اپنے اللہ کی مدد چاہئے، حالانکہ اس وقت جہاد کے لئے مزید لوگوں کی سخت ضرورت تھی، ذرا غور کیجئے کہ نازک وقت میں بھی مسلمانوں کو وعدے کی پابندی کرنا سکھایا گیا۔

تربیت نہ ہو تو انسان کچھ بھی تاویلات اور بہانے بنا کر اپنے وعدے سے منحرف ہو جاتا ہے، تاویلات کے ذریعہ وعدے کی خلاف ورزی کرتا ہے، اسلام نے ایمان والوں کو وعدے کی پابندی کرنا ایمان کی علامت بتلایا ہے۔

صلح حدیبیہ میں زبانی عہد کی بھی پابندی کی گئی

☆ صلح حدیبیہ کے وقت ابھی معاہدہ زبانی طے ہوا تھا لکھا نہیں گیا تھا، اس سے پہلے سہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت ابو جندلؓ زنجیروں میں بندھے زخمی حالت میں وہاں آ گئے اور مسلمانوں سے مدد کرنے کی اپیل کی اور کہا کہ میں ایمان لا چکا ہوں اور مکہ میں مجھے ستایا جا رہا ہے، ان کا باپ سہیل خود معاہدہ لکھوا رہا تھا، اس نے فوراً کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے، اس کا ولی میں ہوں، معاہدہ کے مطابق مکہ کے شہری کو جو اسلام قبول کرلے ہمیں واپس کرنا ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تو زبانی بات ہوئی ہے، معاہدہ لکھا بھی نہیں گیا، اس پر سہیل نے صلح نامہ پر ناراضگی کا اظہار کیا اور پہلے ابو جندلؓ کو واپس کرنے کی شرط رکھی، رسول اللہ ﷺ نے ابو جندلؓ کو چھوڑ دینے کی بہت گذارش کی، مگر وہ نہیں مانا، ابو جندلؓ پکار پکار کر صحابہؓ سے کہہ رہے تھے کہ کیا آپ لوگ مجھے مشرکین کی طرف پھر لوٹا دیں گے؟ کیا آپ لوگ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ یہ لوگ مجھے کس قدر سزاء دے رہے ہیں؟ صحابہؓ کے لئے یہ بہت ہی متاثر کرنے والا منظر تھا اور جذبات کو ابھارنے اور ہوش کھو دینے والی بات تھی، لیکن پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے زبانی شرائط طے ہونے کی وجہ سے ابو جندلؓ کو سہیل کے حوالے یہ کہتے ہوئے کیا کہ: ابو جندلؓ صبر سے کام لو! اللہ تمہارے لئے ضرور کوئی راہ نکالے گا اور واپس کر دیا، اب صلح کی بات طے ہو چکی ہے، ہم بدعہدی نہیں کر سکتے، حضرت ابو جندلؓ مسلمانوں کو پکارتے ہی رہے کہ مجھے آپ لوگ پھر کافروں کے پنجے میں دے رہے ہیں۔

ذرا غور کیجئے اگر اس قسم کا کوئی واقعہ اس زمانہ میں پیش آ جائے تو مسلمان صبر اختیار نہ کر کے جذبات میں وعدہ اور زبان کا لحاظ کئے بغیر جذبات میں ہوش کھو کر لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہو جاتے اور مرنے مارنے تیار ہو جاتے، ان کو وعدہ اور صلح کا کوئی احساس ہی نہیں رہتا اور نہ امیر کی اطاعت کا لحاظ رہتا ہے۔

قرض کی ادائیگی میں وعدہ کی پابندی

☆ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے قرض لیا تھا، وہ آیا اور اپنا قرض بدتمیزی کے ساتھ مانگنے لگا، کندھے کی چادر پکڑ کر کھینچی اور کرتا پکڑ کر کہا: میرا قرض ادا کردو! حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا، ڈانٹتے ہوئے تمیز سے پیش آنے کو کہا اور اُسے مارنے کو تھے، مگر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ابھی وعدہ میں تین دن باقی ہیں، پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا: تمہیں مجھ سے قرض ادا کرنے اور یہودی کو بہتر طریقہ سے مطالبہ کرنے کو کہنا چاہیئے تھا، جاؤ! فلاں شخص سے کھجوریں لے کر اس کے قرض کو ادا کردو اور چالیس (۴۰) کیلو زیادہ دینا، کیونکہ تم نے اُسے جھڑکا ہے۔ (بیہقی) رسول اللہ ﷺ کے اس برتاؤ کو دیکھ کر اس نے اسلام قبول کرلیا۔

رسول اللہ ﷺ اپنے وعدہ کے مطابق مدینہ واپس چلے گئے

☆ فتح مکہ اور پوری طرح اقتدار مل جانے کے باوجود، مکہ پیدائشی مقام ہونے اور کعبۃ اللہ سے بے انتہاء محبت ہونے کے باوجود، وہاں کی ہر نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہونے کے باوجود ہجرت کے وقت آپؐ نے مکہ اور کعبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ: تو مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے مگر لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے، ورنہ میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا، آپؐ نے خود مدینہ کی طرف واپسی کی، وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ بیعت عقبہ ثانیہ میں انصار کے یہ کہنے پر کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مدینہ میں ہم ہیں اور یہود سے خاص قسم کے تعلقات ہیں، بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور ہم یہ تعلقات ان سے قطع کرلیں گے، اس کے بعد اللہ آپؐ کو غلبہ عطا فرمایا تو ایسا تو نہیں ہوگا کہ آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں واپس لوٹ آئیں گے؟ اس پر رسول اللہ ﷺ بے اختیار مسکرائے، پھر فرمایا: ایسا نہیں ہوگا! میرا خون تمہارا خون‘ میری عزت تمہاری عزت‘ میری امان تمہاری امان‘ تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں، جس کو تم معاف کروگے اس کو

میں بھی معاف کروں گا، جس سے تمہاری جنگ ہوگی اس سے میری جنگ ہوگی، جس سے تمہاری صلح ہوگی اس سے میری صلح ہوگی، یہ ہے وعدہ اور زبان کی پابندی کی مثال، ہر مسلمان کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

حضرت معاویہؓ کو اپنے معاہدے پر غلطی کا احساس

☆ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں غیر مسلموں سے جنگ اور امن کا ایک معاہدہ ہوا تھا، جیسے ہی معاہدہ کی تاریخ ختم ہوئی دوسرے دن حضرت معاویہؓ کی فوج غیر مسلم علاقوں میں گھس گئی اور بڑے علاقہ پر قبضہ کرلیا، خوب مال غنیمت ملا، اس پر غیر مسلموں نے حضرت معاویہؓ کو اسلامی طریقہ کار یاد دلایا کہ آپؐ کے اسلامی اصول سے ہمیں معاہدے کے ختم ہونے کی اطلاع دینی چاہئے تھی، ہوسکتا ہے کہ ہم معاہدے کو مزید بڑھا دیتے، اس پر حضرت معاویہؓ نے فوراً اپنی غلطی کا احساس کیا اور فوجوں کو واپس بلالیا اور مال غنیمت واپس کردیا۔

حدیبیہ کے بعد عمرہ کے لئے صرف تین دن میں واپسی کی شرط

صلح حدیبیہ میں یہ بات طے ہوئی تھی کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال آکر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن ہی مکہ میں قیام کریں گے، اس لئے چوتھے دن صبح حویطب چند مشرکین کو ساتھ لے کر آیا اور کہا کہ معاہدہ کے مطابق مکہ میں آپؐ کے قیام کا وقت پورا ہو چکا، بس آپ یہاں سے چلے جائیں، نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح پر ولیمہ کی دعوت مشرکینِ مکہ کو بھی دینے کے لئے کچھ اور مہلت مانگی، وہ نہ مانے تو آپؐ نے فوراً وہاں سے کوچ کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد وعدہ پورا کرنے کا اعلان

☆ وعدہ کی پابندی کی اہمیت کا اس بات سے بھی اندازہ کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو اعلان کروایا کہ جس شخص نے رسول ﷺ کو

کوئی قرض دیا تھا اگر وہ اسے واپس نہیں ملا یا رسول اللہ ﷺ نے کسی سے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ شخص میرے پاس آئے میں اس کا قرض ادا کردوں گا اور رسول اللہ ﷺ کے وعدہ کو پورا کردوں گا، اس پر ابوجحیفہؓ نے آکر حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے ۱۳ عدد جوان اونٹ دینے کا وعدہ فرمائے تھے کہ آپؐ کا انتقال ہوگیا، اونٹ ہمیں نہیں ملے، اس پر حضرت ابوبکرؓ نے ہمیں ۱۳/اونٹ عطا کردئے، ایک اور صحابی ابوبشیر مازنیؓ نے آکر عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مال آنے کے بعد مجھے کچھ عنایت فرمانے کا وعدہ کیا تھا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دو تین مٹھی بھر کہ درہم عنایت فرمائے، یہاں تک کہ غیر مسلم نجران کے عیسائی آکر رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ یاد دلائے کہ ان کے جان مال آبرو کی حفاظت ہوگی، سود ختم کردیا جائے گا، ان کے کلیساؤں کو امان ہوگی، اس پر وہ ہر سال رجب میں ایک ہزار پوشاک دیں گے، اس معاہدہ کی توثیق کی گزارش کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عین معاہدہ کے مطابق توثیق کردی۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے غیر مسلم بھی زبان کے سخت پابند تھے

☆ ہجرت سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دو اونٹنیاں خرید کر تیار رکھی اور عبداللہ بن ارقط جو مشرک تھا اس کو سفر میں رہبری کے لئے اجرت پر مقرر کرلیا تھا، دونوں اونٹنیاں اس کے سپرد کیا، جیسے ہی ہجرت کا حکم ہوا رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ غار ثور میں تین دن تک چھپے رہے پھر تین دن بعد عبدللہ بن ارقط کو اپنے غلام عامر بن فہرہؓ سے بلا بھیجا، وہ ان تینوں کو لے کر غیر آباد علاقہ سے دیہاتوں کے راستوں سے ہوتا ہوا مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا، ادھر مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی گرفتاری پر سو اونٹ انعام کا اعلان کردیا تھا، اس زمانہ میں سو اونٹ کی قیمت لاکھوں روپے ہوتی تھی، اس کے باجود عبداللہ بن ارقط نے غداری اور وعدہ خلافی نہیں کی اور معاہدہ کے مطابق سو اونٹ کی پرواہ نہ کی اور معمولی اجرت پر رسول اللہ ﷺ کے قافلہ کو پوری حفاظت

کے ساتھ سمندری راستہ سے مدینہ کی بستی قباء لے کر پہنچ گیا، اس مشرک کی مثال اور ایمانداری ہمارے لئے عبرت و نصیحت ہے کہ وہ خدا کا فرمانبردار نہ ہوتے ہوئے زبان کی اور وعدہ کی پابندی کا کیسا لحاظ رکھا۔

جب یہ قافلہ دیہاتوں کے راستہ سے مدینہ جارہا تھا تو ایک بدو سراقہ ابن جعشمؓ جو ابھی مشرک تھے فتح مکہ کے وقت اسلام لائے؛ وہ بھی انعام کے اعلان پر اس قافلہ کو تلاش کرنے لگے اور انعام کی لالچ میں اپنا تیز رفتار گھوڑا لیکر تلاش میں نکلے اور دور سے ان تینوں کو جاتے ہوئے دیکھا، فوراً تیزی سے پیچھا کیا مگر قریب جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی مدد مانگتے ہوئے ان پر پڑھ کہ پھونک دیا تو وہ گھوڑے کے ساتھ ٹھوکر کھا کر گرے، فوراً جلدی اور تیزی سے اٹھے، ادھر رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ کو تسلی اور ہمت دلا رہے تھے کہ گھبراؤ مت اللہ ہمارے ساتھ ہے، تیسری بار جب قریب آئے تو گھوڑے کے آدھے پیر مٹی میں دھنس گئے، وہ سمجھ گئے کہ اللہ کی حفاظت ان لوگوں کے ساتھ ہے، میں کامیاب نہ ہوسکوں گا، قریب آیا معافی چاہی اور رسول اللہ ﷺ سے امان مانگی اور کسی کو اطلاع نہ دینے کا وعدہ کیا، رسول اللہ ﷺ نے امان دی، سراقہؓ نے وعدہ کے مطابق مکہ سے آکر تلاش کرنے والوں کو مکہ واپس کردیا۔

شادی بیاہ کے سلسلہ میں رشتہ طے کرنے زبان کی پابندی

☆ حضرت ام رومانؓ بنت عامر جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دوسری بیوی تھیں ان کے پہلے شوہر عبداللہ بن حارث، حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنا حلیف بنا کر مکہ میں رہتے تھے، ان کو ایک لڑکا طفیل تھا، جب عبداللہ بن حارث کا انتقال ہوگیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت ام رومانؓ سے شادی کی اور ان کے بیٹے کی بھی پرورش کی حضرت صدیق اکبرؓ سے شادی کے بعد حضرت ام رومانؓ کو حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ اور حضرت عائشہؓ دو بچے پیدا ہوئے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوت ایمان پر حضرت ام رومانؓ بھی ابتدائی دور میں ایمان لائیں۔

☆ حضرت خولہ بنت حکیمؓ نے حضرت ام رومانؓ کو حضرت عائشہؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے نکاح کا پیام دیا، حضرت ام رومانؓ نے شوہر سے مشورہ کر کے جواب دینے کا وعدہ کیا، پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے رشتہ کی بات رکھی، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لئے عائشہ کا رشتہ مانگا ہے، بخدا! میں وعدہ خلافی نہیں کر سکتا، پھر حضرت ابو بکرؓ مطعم کے گھر گئے اور رشتہ کے تعلق سے جواب طلب کیا، مطعم نے بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس سے پوچھ لیں، بیوی نے کہا کہ بھائی جان بات دراصل یہ ہے کہ اگر ہم اپنے بیٹے کی شادی تمہاری بیٹی سے کر دیں تو آپ اسے بے دین بنا دیں گے، اسے مسلمانوں میں شامل کر لیں گے، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ سن کر کچھ جواب نہیں دیا، شوہر سے پوچھا تم کیا کہتے ہو اس نے بھی بیوی کی تائید کی، اس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جواب مل گیا اور وہ اپنے وعدہ سے منحرف بھی نہ ہوئے، پھر بی بی عائشہؓ صدیقہ کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہو گیا، ذرا غور کیجئے زبان اور وعدہ کی کیسی پابندی صحابہؓ نے کی؛ جبکہ رسول ﷺ کا رشتہ آیا تھا اور وہ پیغمبر تھے۔

کسی کو رشتہ بھیجنے پر وہ قبول نہ کریں تو ناراض نہیں ہونا چاہئے!

☆ اکثر لوگ اپنی لڑکیوں کے لئے خاندان اور دوست احباب میں رشتہ بھیجیں اور کسی خاندان یا کسی لڑکے والے قبول نہ کریں تو ان سے ناراض ہو کر تعلقات خراب کر لیتے یا اُسے بہت برا سمجھتے ہیں اور اپنی بے عزتی تصور کرتے ہیں، میاں بیوی کے رشتے آسمان پر یعنی اللہ کے پاس طے ہو چکے ہیں، جو جس کا مقدر ہوگا اسی سے اس کا نکاح ہوگا، انسان تقدیر کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔

☆ ام المؤمنین بی بی حفصہؓ جو حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی ہیں، ان کے پہلے شوہر صحابیؓ رسول تھے جو غزوۂ احد میں گہرے زخم لگنے سے مدینہ منورہ آ کر انتقال فرما گئے، اس وقت بی بی حفصہؓ کی عمر ۱۸/ برس کی تھی بھرپور جوانی میں بیٹی کے بیوہ ہو جانے کی وجہ سے

حضرت عمرؓ باپ کی حیثیت سے بہت فکر مند ہو گئے اور دوبارہ نکاح کے لئے مناسب شخص کی تلاش میں تھے، آپ نے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نکاح کا پیغام دیا، وہ کوئی جواب نہ دئے، خاموش ہو گئے، پھر حضرت عثمانؓ کو پیغام دیا تو انہوں نے ابھی ارادہ نہ ہونے کا اظہار کیا، اس پر حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے شکوہ کیا، تب رسول اللہ ﷺ نے حکمت سے یہ جواب دیا کہ حفصہ سے وہ شادی کرے گا جو عثمان سے بہتر ہو اور عثمان اس سے شادی کریں گے جو حفصہ سے بہتر ہو، پھر رسول اللہ ﷺ نے بی بی حفصہؓ کو پیغام دیا تو حضرت عمرؓ بہت خوش ہو گئے اور خوشی خوشی بیٹی کی شادی رسول اللہ ﷺ سے کر دی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کی شادی اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثومؓ سے کر دی، جو ابو لہب کے بیٹے کے نکاح میں تھی اور ابھی وداعی نہیں ہوئی تھی کہ مشرکین مکہ نے دعوت اسلام کی بنیاد پر ان کو طلاق دلا دی تھی، حضرت حفصہؓ کے نکاح کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے ملاقات کر کے کہا: شاید آپ حفصہؓ کے پیغام پر میری خاموشی کی وجہ سے ناراض ہوئے ہوں گے، دراصل میری خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ میں نے رسول ﷺ کی محفل میں بی بی حفصہؓ کا تذکرہ سنا، میں نہیں چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بات کو عام کروں، اگر وہ راضی نہ ہوتے تو اپنا ارادہ ظاہر کرتا، ذرا غور کیجئے حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی بی بی عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں ہیں، داماد، سسر صاحب کی موجودگی میں بی بی حفصہؓ سے شادی کا اظہار خیال کر رہے ہیں اور سسر کو کوئی غصہ نہیں آ رہا ہے، اس زمانہ میں اگر کوئی سسر اپنے داماد سے دوسری شادی کا تذکرہ سن لے تو غصہ اور ناراض ہو جائے گا، بیٹی سے ہنگامہ کھڑا کر دے گا، کتنا بڑا فرق ہے ہم میں اور صحابہ میں؟!

☆ حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ طواف کر رہے تھے، وہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی موجود تھے، میں نے ان سے مجھے اپنا داماد بنانے کی پیشکش کی، تو وہ کوئی جواب دئے بغیر خاموش رہے، میں نے سوچا کہ اگر یہ راضی ہوتے تو کوئی نہ کوئی جواب ضرور دیتے، اللہ کی قسم! میں اب آئندہ ان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں

کروں گا، پھر جب میں مدینہ واپس گیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا، انہوں نے خوش آمدید کہا اور خیریت دریافت کی، پھر کہا کہ ہم لوگ طواف کر رہے تھے اور اللہ تعالی کے اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے کا دھیان جما رہے تھے، کیا اس وقت تم نے مجھ سے میری بیٹی سودہ بنت عبداللہ کا ذکر کیا تھا؟ حالانکہ تم مجھ سے اس بارے میں کسی اور جگہ بھی مل سکتے تھے؟ میں نے کہا ایسا ہونا مقدر تھا اس لئے ایسا ہوگیا، انہوں نے فرمایا: اب تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: اب تو پہلے سے بھی زیادہ تقاضا ہے! چنانچہ فوراً انہوں نے دونوں بیٹوں حضرت سالمؓ اور حضرت عبداللہ! کو بلا کر نکاح کر دیا۔

بغیر مہمان، بغیر شادی خانہ، بغیر دعوت، بغیر کسی سجاوٹ کے، صحابہؓ نے شادی کو اتنا آسان بنا دیا تھا، آج ہم زبان سے اسلام کا نام لیتے ہیں مگر صحابہؓ کی نقل کرنا عیب، غریبی مفلسی اور زمانہ کی محتاجی سمجھتے ہیں، اس لئے خرافات میں پڑ کر شادی کو مشکل بنا دئے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس شادی کا عمل مشکل نہیں بہت آسان تھا، اور آج زنا آسان ہوگیا اور شادی بہت مشکل ہوگئی ہے، اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ دیندار، متقی اور پرہیزلڑکا یا لڑکی کا پیغام آجائے اور دیندار گھرانے سے پیغام ملے تو فوراً آگے بڑھ کر قبول کر لینا چاہیئے، مگر لوگ آج کل دینداری کی کمی کی وجہ سے پہلے دنیا دیکھتے ہیں۔

رسول ﷺ حضرت ابوبکرؓ سے مفت اونٹ لینے تیار نہیں ہوئے

☆ ہجرت کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دو اونٹنیاں خرید کر تیار رکھی تھی، جب ہجرت کا حکم آیا تو آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں میں سے ایک کا انتخاب کر کے تحفتاً قبول کرنے کی گذارش کی، حضرت صدیق اکبرؓ سسر تھے اور رسول ﷺ داماد تھے، پیغمبر اور افضل تھے، حضرت صدیق اکبرؓ کے استاد، مرشد وامیر تھے، اس کے باوجود صدیق اکبرؓ سے رسول اللہ ﷺ نے تحفہ اور مفت لینے سے انکار کیا اور قیمت کے عوض لینے کی شرط رکھی

اور قیمت سے ہی لیا۔ (تاریخ طبری، سیرۃ النبیؐ:۱/۱۳۲تا۱۳۵)

☆ رسول اللہ ﷺ کے اس عمل سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ ہم اپنے دوست، ساتھی اور رشتہ داروں پر بار نہ بنیں اور کوئی بھی چیز قیمت ادا کر کے قبول کریں، آج مسلم معاشرہ میں کوئی مرشد اور استاد اپنے مرید و شاگرد کو کوئی تحفہ تو نہیں دیتے، الٹا ہدیہ کے آرزومند رہتے ہیں، تحفہ اور دولت دینے والوں کو قریب کرتے، غریب چاہے متقی پرہیزگار مرید ہی کیوں نہ ہو اس سے ویسا انس نہیں رکھتے جیسا پیسے والوں سے رکھتے ہیں، اور لوگ داماد ہونے کے نام پر سسر کی دولت لوٹتے ہیں اور بیوی کو تنگ کر کے مال بٹورتے ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہؓ سے کبھی قرض نہیں لیتے تھے، اس لئے کہ آپ جانتے اور محسوس کرتے تھے کہ لیا گیا قرض صحابہؓ واپس نہیں لیں گے، اس لئے آپؐ غیر مسلموں سے خود حضرت بلالؓ کے ذریعہ قرض لیتے اور وقت پر ادا کر دیتے تھے، مگر اپنے صحابہؓ کو تکلیف نہیں دیتے تھے، یعنی بات یہ ہے کے صحابہؓ قرض کی رقم کو رسول اللہ ﷺ کی ضرورت کی وجہ سے ہدیہ اور تحفہ میں بدل دیتے، ذرا غور کیجئے اللہ کے رسول ﷺ کتنی حکمت کے ساتھ صحابہؓ کے درمیان رہتے، مرشد اور مرید کو اسی طرح رہنا چاہئے، اکثر مرشد تحفے اور نذرانے لینے اور ان کی قیام گاہوں میں عیش وعشرت کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اپنے مریدوں کی اصلاح نہیں کر سکتے، ان کی نافرمانیوں پر ان کو بُرا لگنے کے ڈر سے کچھ نہیں کہتے، ان کے شریعت کے خلاف چلنے پر راضی رہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر سراقہؓ کا ایمان

☆ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ جب بیمار ہو گئے اور حکیموں نے کہا کہ اب زندگی کے آخری دن ہیں، علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، جب ان کو یہ بات سنائی گئی تو انہوں نے کہا کہ میں ابھی نہیں مر سکتا، لوگوں نے تعجب سے پوچھا: اتنے یقین کے ساتھ موت نہ آنے کے بارے میں کیسے کہہ سکتے ہو؟ انہوں نے سخت بیماری ہی کی حالت میں کہا کہ

ہجرت کے وقت جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی امان مانگی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا تھا کہ سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کسریٰ کے کنگن اور تاج تم کو پہنائے جائیں گے؟ لہٰذا ابھی میں کنگن اور تاج پہنے بغیر نہیں مر سکتا، پتھر کی لکیر تو مٹ سکتی ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی بات ہرگز غلط نہیں ہوسکتی۔

یہ اس وقت کی پیشین گوئی تھی جب نہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں حکومت تھی اور نہ رسول ﷺ کی کوئی طاقت اور سیاسی غلبہ تھا، رسول اللہ ﷺ خود اپنی حفاظت کی خاطر چھپتے ہوئے مدینہ ہجرت کررہے تھے، کسریٰ کی اس وقت کی عظیم حکومت تھی، رسول اللہ ﷺ کا مدینہ پر بھی قبضہ نہیں تھا، ایسی حالت کے باوجود سراقہؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد اور پیشین گوئی پر کامل یقین اور ایمان پیدا ہوگیا اور انہوں نے باقاعدہ انتظار کیا کہ وہ کنگن اور تاج پہنے بغیر دنیا سے نہیں جاسکتے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں روم فتح ہوا اور سراقہؓ کو حضرت عمرؓ نے کسریٰ کے کنگن اور تاج پہنایا، اس وقت تک آپ ؐ کی پیشین گوئی کا انتظار کیا، کبھی شک تک نہیں کیا، اس لئے رسول اللہ ﷺ کے تمام ارشادات پر ہر ایک مومن کو مکمل اور پختہ یقین رکھنا چاہئے، اللہ نے آپ ﷺ کے ذریعہ جو باتیں آئندہ ہونے والی تھیں بتلا دیں اور وہ سب سچی ثابت ہورہی ہیں اور ہوں گی، کسی بات میں شک نہیں کرنا چاہئے، مگر اکثر مسلمان دوزخی اعمال کو حدیثوں کے ذریعہ جان کر بھی رسول اللہ ﷺ کی باتوں کو حلق سے نیچے نہیں اُتارتے اور جان بوجھ کر بداعمالیاں کرتے رہتے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ کے دو نرینہ اولاد کے انتقال کے بعد وہ غمگین رہنے لگیں، حضور ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: تمہارے دونوں بچے جنت میں آرام سے ہیں، اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعاء کرکے دیکھا دوں؟ انہوں نے جواب دیا: آپ ؐ کے کہنے پر پورا یقین ہے، میں دیکھنا نہیں چاہتی، خاندان کے لوگوں کو جب یہ جواب معلوم ہوا تو انہوں نے بی بی خدیجہؓ سے کہا کہ حضور ﷺ سے دعاء کروا کر دیکھ لینا چاہئے تھا، دنیا میں جنت بھی نظر آجاتی اور بچے بھی؟ تو آپؓ نے کہا: حضور ﷺ کی بات پر یقین کرنے کے ثواب سے محروم ہوجاتی،

مجھے تو حضور ﷺ کی ہر بات پر کامل یقین ہے، یہ ہے ایمان بالغیب کے حضور ﷺ کی ہر بات کو سچا مانا جائے، کیا ہم حضور ﷺ کے ارشادات پر ایسا یقین رکھتے ہیں؟ حدیثوں کے ذریعہ علم تو حاصل کر لیتے ہیں مگر یقین میں کمزور ہیں۔

امیر کو ساتھیوں کا ہاتھ بٹانا چاہئے' یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے

☆ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ سفر پر تھے، دورانِ سفر ایک جگہ کھانا پکانے کا انتظام ہوا، ہر صحابیؓ نے اپنے اپنے ذمہ ایک ایک کام لیا، ایک صحابیؓ نے اپنے ذمہ بکری ذبح کر کے گوشت صاف کرنے کا کام لیا، ایک صحابیؓ نے پکوان کی ذمہ داری لی، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں لکڑیاں چن کر لاؤں گا، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم تمام کام خود کر دیں گے، آپ تکلیف نہ فرمائیں، ہم موجود ہیں کام کرنے کے لئے، آپؐ نے فرمایا: میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم لوگوں کو میرا کام کرنا منظور نہیں ہے، تم لوگ تمام کام کر لوگے؛ مگر مجھے یہ منظور نہیں کہ تم سب کام کرو اور میں بڑا بن کر بیٹھا دیکھتا رہوں، میں امتیاز کو پسند نہیں کرتا، اللہ کو یہ بات پسند نہیں کہ اس کا کوئی بندہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ امتیاز برتے، رفیق وہ ہے جو رفیق کا ساتھ دے اور رفاقت کا حق ادا کرے۔

☆ ہجرت کے بعد آپؐ جب مدینہ منورہ پہنچے تو سب سے پہلے قباء میں قیام کیا اور وہاں اسلام کی سب سے پہلی مسجد تعمیر کی، اس مسجد کی تعمیر میں آپؐ پیغمبر ہونے کے باوجود ہر طرف سے لوگوں کے اشتیاق عزت واکرام کے باوجود بنفس نفیس صحابہؓ کے ساتھ تعمیر میں حصہ لیا اور آپؐ بھی صحابہؓ کے ساتھ ساتھ وزنی پتھر اپنے کندھے پر اٹھا کر لائے، صحابہؓ دوڑ دوڑ کر آپؐ کو زحمت سے روک رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ: اے اللہ کے رسولؐ! ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپؐ زحمت نہ کریں! مگر آپؐ دوسرے لوگ پتھر لے لینے کے بعد پھر نیا پتھر لانے جا رہے تھے، صحابہؓ کے روکنے پر بھی نہ رُکے، حالانکہ سارا مدینہ آپ کو دیکھنے تڑپ رہا تھا، پھر بھی اپنے امتیاز اور بڑائی کو بالائے طاق رکھا، اسی طرح

مسجد نبویؐ کی تعمیر کے وقت بھی آپؐ نے تمام لوگوں کے ساتھ تعمیری کام میں حصہ لیا اور مٹی، اینٹ اور پتھر خود اٹھا اٹھا کر لانے لگے، اس میں کسی قسم کی شرم و بے عزتی تصور نہیں کی اور نہ اپنی بڑائی کا خیال رکھا، سب کے برابر سب کے ساتھ کام کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کا مزاج بھی اسی انداز کا بنایا تھا، وہ بھی رسول اللہ ﷺ کو اس طرح امتیاز نہ برتتے دیکھ کر تمام لوگوں میں عام انسانوں کی طرح گھل مل کر رہتے تھے۔

☆ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں قباء پہنچنے کے بعد لوگ کچھ دیر تک سمجھ نہیں سکے کہ پیغمبر کون ہیں اور ابوبکرؓ کون ہیں، جب حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ پر دھوپ سے بچانے کے لئے کپڑا پکڑا تب ان کی سمجھ میں آیا کہ فلاں رسول اللہ ﷺ ہیں اور فلاں ابوبکرؓ ہیں۔

☆ ایک مرتبہ دورانِ سفر رسول اکرم ﷺ کنویں پر نہا رہے تھے، اس وقت ایک صحابیؓ آپؐ کے نہانے تک چادر سے پردہ کئے کھڑے رہے، جب آپ ﷺ فارغ ہو گئے تو ان صحابیؓ نے نہانا شروع کیا، تب رسول اللہ ﷺ ان کے لئے چادر کا پردہ پکڑے کھڑے رہے، صحابیؓ نے لاکھ منع کیا لیکن نبی ﷺ برابر اس وقت تک چادر پکڑے کھڑے رہے جب تک وہ نہاتے رہے، پھر ارشاد فرمایا: قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے، اللہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ بندہ اپنے اصحاب میں خود کو نمایاں کرے، جو شخص لوگوں کی خدمت میں آگے رہے گا تو لوگ اپنے کسی عمل کی بدولت اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے، سوائے شہادت کے۔

☆ رات کی گشت میں ایک بدو شخص کو پریشان دیکھا پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ میری بیوی کی زچگی کے آثار شروع ہو گئے ہیں، کوئی عورت گھر میں نہیں ہے، وہ اکیلی ہے، یہ سن کر آپؓ فوراً اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی ام کلثومؓ کو اس عورت کے پاس لیجا کر چھوڑا زچگی ہونے تک نہیں کہا کہ میں عمر امیر المومنین ہوں، زچگی کے بعد ام کلثومؓ نے کہا: امیر المومنینؓ مبارک ہو! اللہ نے آپ کے دوست کو لڑکا عنایت کیا، وہ یہ سن کر چونک پڑا، آپؓ نے اس سے کہا کہ کل میرے پاس آؤ! بچہ کے لئے وظیفہ مقرر کروں گا۔

اگر ایمان والوں کی نگاہ ان واقعات اور ارشادات پر رہے تو ہم میں کوئی بھی بڑا اور امیر یا پیشوا بن کر امتیاز نہیں برتے گا اور بڑا بن کر بھی مساوات و برابری کا احساس رکھ کر اپنے ساتھیوں کا ہاتھ بٹائے گا اور کاموں میں آسانی پیدا کرے گا، اس میں عورتوں کو بھی یہ نصیحت ہے کہ شوہر باوجود مسلمانوں کا بادشاہ ہے؛ پھر بھی بیوی زچگی کرنے دایا کی حیثیت سے آکر خدمت کر گئیں، یہ نہیں کہا کہ میں امیر المومنین کی بیوی ہوں! یہ کام کیسے کر سکتی ہوں۔

☆ ایک مرتبہ صدقہ کے اونٹ بیت المال میں دئے گئے، حضرت عمرؓ امیر المؤمنین ہوتے ہوئے خود دان اونٹوں کے بدن پر تیل ملا، کسی نے کہا: غلام سے یہ کام کروالینا تھا، بولے: مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہے، جو شخص مسلمانوں کا ولی ہے وہی ان کا غلام ہے۔

اولاد کو ماں کے ساتھ ادب واحترام اور فرمانبردار بن کر رہنا ہوگا

عام طور پر اولاد باپ سے ڈرتی اور باپ کا ادب واحترام اور فرمانبرداری تو کرلیتی ہے، مگر ماں کی محبت، ہمدردی لاڈ و پیار کی وجہ سے ماں کی نافرمان بن جاتی اور ماں کی بات نہیں سنتی، ماں سے منہ زوری کرتی ہے اور بیوی کے مقابلہ ماں کو ذلیل بھی کرتی ہے، ایسے انسانوں کے لئے رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک دیندار آدمی کا واقعہ بیان کیا، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گہوارے (گود) میں صرف تین بچوں نے کلام کیا: (۱) حضرت عیسیٰؑ بن مریم، (۲) حضرت جریج کے حق میں گواہی دینے والا بچہ، (۳) ظاہر کی اچھائی اور برائی کو دیکھ ماں کی دعاء کے خلاف دعاء کرنے والا بنی اسرائیل کا ایک بچہ۔

☆ حضرت جریجؒ بنی اسرائیل کے عبادت گذار شخص تھے، انہوں نے ایک جھونپڑی عبادت کے لئے بنائی تھی، ایک روز وہ اس میں تھے کہ ان کی والدہ ان کے پاس آئیں جبکہ وہ نفل نماز پڑھ رہے تھے، والدہ نے آواز دی: اے جریج! تو جریج نے دل میں کہا:

اے میرے رب! میری ماں مجھے بلا رہی ہے اور میں نماز میں ہوں، پس وہ نماز پر ہی متوجہ رہے اور والدہ چلی گئیں، دوسرے دن وہ پھر آئی اور وہ نفل پڑھ رہے تھے، ماں نے آواز دی: اے جریج! انہوں نے (پھر دل میں) کہا: اے میرے رب میری ماں (مجھے بلا رہی ہے) اور میں نماز میں ہوں، پس وہ نماز پر ہی متوجہ رہے اور والدہ چلی گئی، تیسرے دن وہ پھر آئی اور وہ نماز پڑھ رہے تھے، ماں نے آکر کہا: اے جریج! انہوں نے دل میں کہا: اے میرے رب! میری ماں مجھے بلا رہی ہے اور میں نماز میں ہوں، پس وہ نماز میں مصروف رہے، ان کی والدہ نے انہیں بددعاء دی: اے اللہ! اسے اس وقت تک موت نہ دینا، جب تک یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے، (اگر وہ بدکار عورتوں کے ساتھ ملوث ہونے کی بد دعاء کرتیں تو جریج ملوث بھی ہو جاتے) پس بنی اسرائیل میں جریج اور ان کی عبادت کا چرچا ہو گیا، ایک بدکار عورت جس کے حسن و جمال کی مثال دی جاتی تھی اس نے (بنی اسرائیل کے لوگوں سے) کہا: اگر تم چاہو تو میں جریج کو آزمائش میں ڈال دوں؟ پس وہ عورت بناؤ سنگار کر کے جریج کے سامنے آئی، لیکن جریج نے اس کی طرف رغبت کا اظہار نہیں کیا، پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی جو جریج کے پاس آتا جاتا تھا، اس عورت نے اس چرواہے سے بدکاری کی جس سے اس کا حمل ٹھہر گیا جب بچہ جنی تو عورت نے دعوی کر دیا کہ یہ جریج کا بچہ ہے، لوگ یہ سن کر جریج کے پاس آئے، انہیں کٹیا سے نیچے اتارا اور ان کی چھونپڑی کو گرا دیا اور انھیں مارنا پیٹنا شروع کر دیا، انہوں نے وجہ دریافت کیا کہ آخر بات کیا ہے؟ (تم لوگ میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہے ہو؟) لوگوں نے کہا کہ: تو نے اس فاحشہ کے ساتھ بدکاری کی ہے اور اس نے تیرا لڑکا بھی جنا ہے، انہوں نے پوچھا بچہ کہاں ہے؟ چنانچہ وہ بچہ اٹھا کر لائے، جریج نے کہا: مجھے چھوڑ دو! میں نماز پڑھ لوں، نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر بچہ کے پاس آئے اور اس کے پیٹ میں کچوکہ لگایا اور اس سے پوچھا: اے لڑکے تیرا باپ کون ہے؟ بچہ نے جواب دیا: فلاں چرواہا! پس سب لوگ جریج کی طرف متوجہ ہوئے، انہیں (عقیدت واحترام سے) بوسہ دیتے اور

چھوتے اور لوگوں نے کہا: ہم آپ کی کٹیا سونے کی بنا دیتے ہیں، اس پر جریج نے کہا: نہیں اسے اسی طرح مٹی کی بنادو جیسے پہلے تھی، پھر لوگوں نے ایسا ہی کیا، اس واقعہ سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ جریج نفل نمازیں ادا کرتے رہتے تھے، اسلام کی تعلیمات میں نفل نماز کے پڑھتے وقت ماں باپ کی پکار کو اہمیت نہ دینے سے حضرت جریج بددعاء کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا ہوکر بے عزتی اٹھائے، ان پر مصیبت آگئی؛ حالانکہ وہ اللہ کی عبادت ہی کر رہے تھے، اللہ نے نفل عبادت پر ماں باپ کو اہمیت دینے کی ترغیب دی۔ (بخاری مسلم)

☆ حدیث کی کتابوں میں ایک واقعہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، یہ یمن کے رہنے والے تھے، رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر اپنے ہی مقام پر ایمان قبول کیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا کہ ان کی والدہ زندہ ہیں، خدمت کرنے والے وہی اکیلے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے دیدار اور ملاقات کے لئے بے چین ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے پاس آنے سے روک دیا اور ماں کی خدمت میں لگے رہنے کی تاکید کی، رسول ﷺ کے انتقال تک وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری نہیں دے سکے اور ماں کی خدمت ہی میں لگے رہے اور صحابی رسول کا مقام نہ پا سکے؛ مگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا: تمہارے پاس یمن کا رہنے والا اویس بن عامرؒ مجاہدین کے ساتھ آئے گا اس کو برص کی تکلیف ہوگی، وہ اللہ سے دعاء کرے گا تو درست ہوجائے گی، صرف ایک درہم جتنی جگہ باقی رہے گی، اس کی والدہ زندہ ہوگی جس کے ساتھ وہ بہت اچھا سلوک کرنے والا ہوگا، اگر وہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم پوری فرمادے گا، پس تم اس سے مغفرت کی دعاء کرواسکو تو ضرور کروالینا۔

ایک مرتبہ حج کا قافلہ آیا، حضرت عمرؓ نے یمن کے لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے پوچھا تم میں کوئی اویس بن عامرؒ ہے، اس وقت ان کے چچا نے کھڑے ہوکر کہا: وہ تو دیوانہ انسان ہے، یہیں گھاٹیوں میں اونٹ چرا رہا ہوگا، وہ ان کی فضیلت سے ناواقف تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ وہ تابعین میں سب سے بہتر ہے، پس

تم میں سے جو بھی ان سے ملے اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعاء کروالے۔

چچا نے حضرت عمرؓ وحضرت علیؓ کو ان کے پاس لے گیا، وہ اکیلے دعاء وعبادت میں مشغول تھے، حضرت عمرؓ نے ان کی پوری تفصیل دریافت کی، چچا نے کہا: یہ امیر المومنین عمرؓ ہیں، پھر حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنایا اور اپنے لئے مغفرت کی دعاء کی درخواست کی، تب لوگوں نے ان کے مقام ومرتبہ کو جانا، حضرت علیؓ نے بھی اپنے لئے دعاءِ مغفرت کروائی۔ (مسلم)

حضرت عمرؓ نے فرمایا: اب آپ کا ارادہ کدھر جانے کا ہے؟ انہوں نے کہا: کوفہ! تب حضرت عمرؓ نے کہا: کیا میں کوفہ کے گورنر کو آپ کے لئے خط لکھ دوں، حضرت اویسؒ نے جواب دیا: میں ان لوگوں میں رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں جو غریب مسکین قسم کے ہوں، جنہیں کوئی نہیں جانتا، نہ ان کی کوئی پرواہ کی جاتی ہے، ذرا غور کیجئے ماں کی خدمت پر صحابی رسولؐ نہ بن سکے لیکن اللہ نے وہ مقام دلایا کہ ان سے صحابہؓ کے لئے دعاء مغفرت کروائی گئی۔

ماں کے مقابلہ بیوی کی طرفداری کلمہ سے محرومی بن گئی:

☆ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک صحابی حضرت علقمہؓ جن پر آخری وقت چل رہا تھا لوگوں نے کلمہ طیبہ پڑھانے کی کوشش کی، مگر علقمہؓ کی زبان سے کلمہ ادا نہیں ہو رہا تھا، زبان کلمہ کے الفاظ ادا نہیں کر پا رہی تھی، رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی، رسول اللہ ﷺ آئے، ان کی ماں کو بلایا اور حالات پوچھے، ماں نے کہا کہ یہ میرے مقابلہ بیوی کو ترجیح دیتا تھا، اس لئے میں اس سے ناراض ہوں، رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: لکڑیاں جمع کرو کہ اِسے دنیا ہی میں جلا دیا جائے، ماں یہ سن کر بے چین ہوگئی اور اللہ کے لئے معاف کرنے کا اظہار کیا، تب علقمہؓ کی زبان سے کلمہ جاری ہوگیا۔

☆ اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اپنے باپ کی شکایت کرتے ہوئے یہ کہا کہ وہ میرا مال میری بغیر اجازت استعمال کر لیتا ہے،

اس پر اس کے باپ کو بلایا گیا، وہ باپ بوڑھا تھا، لنگڑتے ہوئے آیا اور شکایت سننے کے بعد کہا کہ بے شک یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کا مال ضرور استعمال کرتا ہوں، لیکن میں جب جوان تھا یہ بچہ تھا، کمزور تھا، میرے قریب آکر میرے جوانی کی کمائی میرے جیب میں ہاتھ ڈال کر لے لیتا، میری چیزوں کو بغیر میری اجازت استعمال کرتا تھا، میں نے اپنی پوری کمائی اور جوانی کا مال اس پر لٹایا، آج میں بوڑھا اور مجبور ہوں اور یہ جوان ہے، جب میں اس کا مال استعمال کر رہا ہوں تو اُسے برا لگ رہا ہے، رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا: بے شک تو اور تیرا مال سب تیرے ماں باپ کے لئے ہے۔

☆ اسی طرح حدیث میں بنی اسرائیل کے تین لوگوں کا قصہ بیان کیا گیا جو ایک غار میں پھنس گئے تھے، انہوں نے اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر اللہ سے دعاء کی تھی جس میں ایک شخص محض ماں باپ کو تکلیف سے بچانے اپنے بچوں کو رات بھر بھوکا رکھا اور دودھ لے کر ان کے قریب ٹھہرا رہا اور ان سے پہلے اپنے بیوی بچوں کو دودھ پینے نہ دیا۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے غزوات کے موقعوں پر جبکہ تعداد کم رہتی تھی جن صحابہؓ کے ماں باپ کی دیکھ بھال کرنے والا گھر میں کوئی نہیں ہوتا تو آپؐ انہیں واپس کر دیتے اور تاکید کرتے کہ وہ ماں باپ کی خدمت کریں اور جو ساتھ چلتے ان کو ماں باپ سے اجازت لینے کے لئے کہتے؛ تاکہ ماں باپ پریشان نہ ہو جائیں، اللہ نے اپنے حق کے بعد سب سے پہلے ماں باپ کا حق بتلایا اور ان کو اُف تک کہنے سے منع فرمایا۔

ماں کی خدمت کے لئے حضرت ابو ہریرہؓ کو جہاد میں جانے سے روک دیا گیا:

☆ حضرت ابو ہریرہؓ ماں کا بہت خیال رکھتے، ان سے بے انتہاء محبت کرتے اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی کمی نہیں کرتے تھے، ماں بھی اپنے بیٹے کو بہت چاہتی تھیں، ابو ہریرہؓ یمن سے جب ہجرت کئے تو ماں کو اکیلا نہیں چھوڑا، اپنے ساتھ ہی لا کر مدینہ میں قیام پذیر ہو گئے، لیکن حضرت ابو ہریرہؓ جب اسلام قبول کئے تو ماں نے ساتھ نہ دیا اور کئی

دنوں تک مشرکہ رہیں، جب بھی وہ ایمان کی دعوت دیتے تو یہ رسول اللہ ﷺ کو بُرا کہتیں، ایک روز دعوت ایمان دینے پر رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایسی باتیں سنائیں جس سے بیٹے کو بہت تکلیف ہوئی، روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور ماں کا سارا حال سنایا اور آپؐ سے ماں کے لئے دعاء کی درخواست کی، آپؐ نے اللہ سے ماں کی ہدایت کے لئے دعاء فرمادی، وہ کہتے ہیں کہ میں جب واپس گھر آیا تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اندر پانی کے گرنے کی آواز آرہی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سمجھ گئے کہ ماں غسل کررہی ہیں، کچھ دیر بعد دروازہ کھٹ کھٹایا تو اندر سے ماں نے کہا: ابو ہریرہ! تو جیسا ہے ویسا ہی ٹھہر! غسل کے بعد کپڑے پہن کر سر پر ڈوپٹہ نہیں لیا تھا جلدی جلدی اپنا ڈوپٹہ اوڑھا اور دروازہ کھولا، بیٹے کے اندر قدم رکھتے ہی کلمہ شہادت پڑھا، حضرت ابو ہریرہؓ ماں کے کلمہ پڑھنے پر بہت خوش ہوئے اور دوڑتے ہوئے جاکر رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری سنائی کہ ماں نے ایمان قبول کرلیا ہے، اللہ نے آپؐ کی دعاء قبول فرمالی، رسول اللہ ﷺ یہ خبر سن کر خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا، پھر انہوں نے اپنے اور ماں کے لئے دعائے خیر کی درخواست کی، رسول اللہ ﷺ نے دونوں کے لئے دعا فرمائی۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے جب غزوہ خیبر پر چلنے کی تیاری کا حکم فرمایا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنی والدہ سے سامان سفر تیار کرنے کو کہا: ابو ہریرہؓ جب یمن سے مدینہ ہجرت کئے تو ماں اکیلی تھی ان کو بھی ساتھ لائے تھے، وہ بہت دنوں تک مشرک رہیں، پھر رسول ﷺ کی دعاؤں سے اسلام قبول کیا، ماں کو جب معلوم ہوا کہ ابو ہریرہؓ غزوہ کی تیاری کررہے ہیں تو انہوں نے بیٹے سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا، بیٹے نے رُکنے سے انکار کیا تو انہوں نے دودھ کا واسطہ دیا، پھر بھی بیٹے نے غزوہ میں جانے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کی ضد کی، اس پر ماں نے خاموشی سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاکر اپنی مجبوری بتائی اور قصہ سنایا، رسول اللہ ﷺ نے ماں کو سمجھا کر بھیج دیا، جب حضرت ابو ہریرہؓ آپؐ کی خدمت میں آئے تو آپؐ نے بے توجہ ہوکر اپنا رُخِ انور ان کی طرف سے پھیر لیا، حضرت

ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی غلطی پر آپؐ مجھ سے ناراض ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں نے تمہیں دودھ کا واسطہ دیا تھا؟ پھر بھی ان کی بات نہ مانی؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اپنے والدین کے پاس یا دونوں میں سے ایک کے پاس رہو گے تو تم اپنے اللہ کے راستہ میں نہیں ہو؟ آدمی جب والدین کے پاس رہ کر ان کی خدمت اچھی طرح کرتا ہے اور ان سے حسن سلوک کر کے ان کا حق ادا کرتا ہے تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہی ہوتا ہے، اس بات کو سننے کے بعد والدہ کے انتقال تک یعنی دو سال تک وہ کسی غزوہ میں شریک نہیں ہوئے۔

☆ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں کھجور کے درختوں کی قیمت ایک ہزار درہم تک پہنچ گئی تھی، اس زمانہ میں حضرت اسامہ بن زیدؓ نے اپنے ایک درخت کی پٹری کھوکھلی کر کے اس کا مغز نکالا، لوگوں نے کہا: یہ کیا کر رہے ہو؟ آج کل درختوں کی قیمت اس قدر بڑھی ہوئی ہے اور تم اس کو ضائع کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: میری ماں نے فرمائش کی ہے اور وہ جس چیز کی فرمائش کرتی ہیں اگر اس کا حصول میرے امکان میں ہوتا ہے تو اس کو میں ضرور پوری کرتا ہوں، اس میں اپنا دنیا کا فائدہ نہیں دیکھتا۔

☆ حضرت حارثہ بن نعمانؓ اپنی والدہ محترمہ کے بے انتہاء فرمانبردار اور خدمت گذار بیٹے تھے، اس عمل کی وجہ سے اللہ نے انہیں بلند مقام عطا فرمایا، بی بی عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں جب جنت میں داخل ہوا تو تلاوت کی آواز سنی، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ حارثہ بن نعمانؓ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بلند مقام تمہیں اس لئے ملا کہ تم اپنی والدہ کے فرمانبردار ہو۔

بیویوں میں احساس برتری وکمتری کو ختم کرنے کی حکمت

ام المومنین حضرت صفیہؓ جنگ خیبر کے قیدیوں میں گرفتار ہوئیں، آپ قبیلہ بنو نضیر کے سردار حی بن اخطب کی بیٹی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے آپؓ سے نکاح کیا، ان کے پہلے

کے شوہر نے چاند کے گود میں گرنے کے خواب بیان کرنے پر طمانچہ مارا تھا، آپ گرفتار ہونے سے پہلے ہی سے اسلام کو پسند کرتی تھیں، یہ خوبصورت گورے رنگ کی ۲۵ رسالہ عمر کی یہودی عورت تھیں، جب وہ مدینہ تشریف لائیں اور ام المؤمنین بن گئیں تو حضرت فاطمہؓ ان سے ملنے آئیں تو انہوں نے اپنے قیمتی سونے کے جھمکے اپنے کانوں سے اتار کر حضرت فاطمہؓ کو تحفہ دے دیا، ان کے حسن و جمال کا چرچہ سن کر انصار کی عورتیں اور دوسری ازواج انہیں دیکھنے اور ملنے آرہی تھیں، سیدہ عائشہؓ اور سیدہ زینبؓ کو اپنی اس سوکن سے نسوانی سوکن کا احساس تھا، نکاح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بی بی عائشہؓ سے بی بی صفیہؓ کو دیکھنے کے بارے میں پوچھا، بی بی عائشہؓ نے کہا: ہاں! میں نے اس یہودن کو دیکھا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس طرح کہنے سے منع کیا اور فرمایا: یہ نہ کہو! وہ اب مسلمان ہو چکی ہیں، ان کا اسلام اچھا اور بہتر ہے، بی بی صفیہؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ بی بی عائشہؓ اور بی بی حفصہؓ ہمیشہ میرے بارے میں اپنے آپ کو بہتر اور آپ کی قریبی رشتہ دار قرار دیتی ہیں اور مجھے کہتی ہیں کہ تم تو یہودن ہو، رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سن کر فرمایا: کیا تم نے انہیں یہ نہیں کہا کہ: تم دونوں مجھ سے بہتر کیسے ہوسکتی ہو؟ جبکہ حضرت ہارونؑ میرے باپ پیغمبر، حضرت موسیٰؑ میرے چچا پیغمبر اور محمد ﷺ میرے شوہر پیغمبر ہیں، تم مجھ سے افضل کیسے ہوسکتی ہو؟ یہ سن کر بی بی صفیہؓ کھل اٹھیں، رسول اللہ ﷺ مسکرا دئے، بی بی صفیہؓ حضرت ہارونؑ کے سلسلۂ نسب سے تھیں۔

انسانوں کو غم اور احساس کمتری سے بچانے کے لئے انہیں اُن پر اللہ کی نعمتوں کا احساس دلانا یا ان کے اخلاق و کردار کی تعریف کرنا یا ان کی صلاحیتوں کو سراہنا ہوگا، ان کی دل جوئی کرنی ہوگی، ان سے عمدہ اخلاق اور عزت دار طریقہ سے پیش آنا ہوگا۔

غیر مسلم سے نکاح کرنے کی ہمت اور خیال بھی نہیں کرنا

☆ صحابہؓ کی زندگی ہمارے لئے قرآن مجید کی تفسیر ہے، سیدہ ام سلیمؓ جو رسول اللہ ﷺ

کی رشتے میں خالہ تھیں جب ایمان لائیں تو ان کے پہلے شوہر ابوانس مالک بن نضرؓ ان کے مسلمان ہوجانے اوران کے بیٹے حضرت انس بن مالکؓ کو ہر روز کلمہ پڑھانے پر کہا کہ تم میرے بیٹے کو بھی بے دین بنا رہی ہواور ناراض ہوکر یمن چلے گئے اور وہیں انتقال کرگئے، اس وقت ام سلیمؓ کے ایک بیٹے حضرت انس بن مالکؓ تھے، ان کو رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، جب یہ بیوہ تھیں تو حضرت ابوطلحہؓ جو ابھی غیر مسلم تھے پر انہوں نے حضرت ام سلیمؓ کو نکاح کا پیغام دیا، نکاح کا پیغام آنے ام سلیمؓ نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر مسلمان ہوں، اور تعجب ہے تم جیسا سمجھ دار انسان مسلمان نہیں ہوا، بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم لکڑی اور پتھر کو پوجتے ہو، ان کے بت بناتے ہو، بے جان بت تم کو کیا نفع ونقصان پہنچاسکتے ہیں، تم کو سوچنا چاہئے اور یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ میں مسلمان ہوکر ایک مشرک انسان سے کس طرح نکاح کرسکتی ہوں؟ پھر انہوں نے ان کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی، حضرت ام سلیمؓ کی باتوں پر ابوطلحہؓ نے غور وفکر کیا، بات سمجھ میں آ گئی، اللہ نے ان کو ہدایت عطا فرمائی، ان کے مسلمان ہونے پر حضرت امّ سلیمؓ کو بڑی خوشی ہوئی، وہ بہت غریب آدمی تھے، مہر دینے کے لئے ان کے پاس رقم بھی نہیں تھی، حضرت ام سلیمؓ نے ان کی غریبی کی پرواہ کئے بغیر ان سے نکاح کرنے کو راضی ہوگئیں اوران سے مہر لئے بغیر اسلام قبول کرنے کو مہر کہا۔

☆ بہت ساری مسلمان لڑکیاں غیروں کے ساتھ مخلوط تعلیم حاصل کرتے ہوئے یا اپنی پسند کی وجہ سے محبت کرلیتی ہیں اور ان کو مسلم ہونے کی شرط ضرور رکھتی ہیں، وہ غیر مسلم لڑکے صرف مسلمان لڑکیوں کے حسن اور خوبصورتی کی خاطر ان کی عصمت اور جوانی لوٹنے مسلمان ہونے کا ظاہری تماشا کرتے ہیں اور پھر ایک دو بچے ہونے کے بعد بیوی کو چھوڑ کر اپنے مذہب میں واپس چلے جاتے ہیں، اس لئے اس زمانہ میں مسلم معاشرہ میں بدامنی پھیلانے اور مسلم لڑکیوں کے ساتھ عیش ومستی ہوٹلوں اور کلبوں میں کرنے کے لئے بہت ساری لڑکیاں رات کی نوکری کرتے ہوئے برباد ہوگئی ہیں، وہ

اپنے حمل کو ضائع کرنے کے لئے ڈاکٹروں کے پاس آتی ہیں اس لئے مسلم لڑکیوں کو یہ سب باتیں ذہن میں رکھنا ہوگا۔

اس زمانہ کی مسلم لڑکیاں نہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جیسی طاقتور ایمان والی ہیں اور نہ وہ کسی مرد کو پسند کر کے اسے ایمان ہی صحیح طریقہ سے سمجھا سکتی ہیں، وہ مسلم گھرانے میں پیدا ہوکر جسم کے نام سے مسلمان بنی رہتی ہیں، وہ خود اسلام کی تعلیمات سے پوری طرح واقف نہیں رہتیں، قرآن مجید نے مسلمان عورتوں کو غیر مسلم مشرک مردوں سے نکاح کرنے سے سختی سے روکا اور یہ تعلیم دی کہ مشرک خوبصورت قابل مرد سے ایمان والا غریب غلام مرد بہتر ہے۔

☆ ایک سچا واقعہ ہے کہ ایک اچھے مالدار گھرانے کی لڑکی مخلوط میڈیکل تعلیم گاہ میں ایک غیر مسلم لڑکے سے محبت میں پھنس گئی اور دونوں نے اپنے خاندان کی ناراضگی کے باوجود شادی کرلی، لڑکے نے دِکھاوے کے لئے اپنے خاندان اور اپنے مذہب کو چھوڑ کر ایمان لانے کا ڈھونگ رچایا اور شادی کے بعد ان کو ایک لڑکا پیدا ہوا، لڑکے کے خاندان والوں نے جائیداد سے محرومی کی دھمکی دی تو لڑکا پھر سے غیر مسلم بن گا اور بیوی بیٹے کو چھوڑ کر چلا گیا، لڑکی کو بھی اس کے خاندان والوں نے واپس اپنے پاس آنے نہیں دیا، وہ اکیلے ہی اپنے بچہ کو پالتے ہوئے زندگی گذار رہی ہے۔

بیوہ خاتون سے اس کے بچوں کے ساتھ نکاح کی تعلیم

☆ ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہؓ کے شوہر حضرت ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا، عدت پوری ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انہیں نکاح کا پیغام دیا، حضرت ام سلمہؓ نے پیغام لانے والے سے کہلا بھیجا کہ مجھ میں غصہ کی عادت زیادہ ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، مدینہ میں میرے خاندان کا کوئی فرد گواہ نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: غصہ ختم ہونے کے لئے میں اللہ سے دعاء کروں گا؛ غصہ ختم ہوجائے گا، جہاں تک

چھوٹے بچوں کا تعلق ہے میں ان کی کفالت کا ذمہ لیتا ہوں اور خاندان کا کوئی فرد مدینہ میں موجود نہ ہوتو میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہارے خاندان کا کوئی فرد اس نکاح کو ناپسند نہیں کرے گا، یہ سن کر حضرت ام سلمہؓ نے نکاح کرلیا، حضرت ام سلمہؓ دانشمند و عقلمند خاتون تھیں، صلح حدیبیہ میں آپؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں اور آپؓ ہی نے رسول ﷺ کو مشورہ دیا تھا کہ تمام لوگوں کے سامنے سب سے پہلے آپ ہی قربانی دیجئے اور سر منڈا ئیے، اس مشورے پر آپ ﷺ نے عمل کیا۔

غور کیجئے حضرت ابوسلمہؓ کے انتقال کے بعد انہیں عدت پوری ہونے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی نکاح کا پیغام دیا تھا جبکہ ابوبکرؓ جانتے تھے کہ اس بیوہ کو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، حضرت ام سلمہؓ نے آپ کا پیغام قبول نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نے بچوں والی بیوہ سے نکاح کیا اور ان کے پہلے شوہر کے بچوں کی پرورش کی بھی ذمہ داری قبول فرمائی، اس زمانہ میں اگر کوئی عورت بچوں کے ساتھ بیوہ ہوجاتی ہے تو ایک بھی مسلمان ایسا نظر نہیں آتا جو اس بیوہ اور بچوں کا سہارا بنے، بیوہ عورت بچے والی ہو تو اس کا کوئی پیغام ہی قبول نہیں کرتا اور جب وہ جوانی کی عمر سے گذر جائے تو کوئی پیغام ہی نہیں دیتا۔

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں ابوسلمہؓ (پہلے خاوند) کی اولاد پر خرچ کروں تو اس میں میرے لئے کوئی اجر ہے؟ میں ان کو اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ تلاشِ رزق میں ادھر ادھر پھرتے رہیں؟ آخر وہ میری اولاد ہیں، رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: تم ان پر جو کچھ خرچ کروگی اس میں تمہارے لئے اجر ہے۔ (بخاری، مسلم)

مہمان کو گھر میں رکھ کر ہر قسم کا آرام پہنچائیں!

جب کوئی مہمان مسلمانوں کے گھر میں قیام کرے تو اس کو ہر قسم کا آرام پہنچانے کا بھرپور خیال رکھیں، ذرا سی بھی تکلیف نہ ہونے دیں۔

☆ ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچے تو سب سے پہلے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان میں مہمان ٹھہرے، ان کا مکان دومنزلہ تھا، وہ بے ادبی کے خیال سے رسول ﷺ کواوپر اور خود نیچے رہنا چاہتے تھے، مگر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی ملاقات اور آمد ورفت سے حضرت ابوایوب انصاریؓ کو تکلیف پہنچنے کا احساس کر کے خود نیچے رہے اور صاحب خانہ کواوپر رہنے کی خواہش کی۔

چنانچہ دونوں میاں بیوی اوپری حصہ میں تھے، اتفاق سے پانی کا ایک بڑا مٹکا ٹوٹ گیا، سردی کا زمانہ تھا، اوپر کمرے میں پانی پھیل گیا، نیچے رسول اللہ ﷺ پر پانی نہ ٹپکے اور رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ پہنچنے کے لئے سوراخ میں کپڑا ڈال کر بند کیا، دونوں میاں بیوی نے چھت سے پانی ٹپکنے سے روکنے کے لئے ان دونوں کے درمیان جوایک کمبل تھی اسے پھیلا کر پانی جذب کیا اور مزید کپڑے ڈال کر پانی کو جذب کرتے رہے، پوری رات دونوں بھیگے ہوئے کمرے میں سردی میں بیٹھے رہے؛ لیکن رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ ہونے دی، ہر مسلمان میں مہمانی کا ایسا ہی جذبہ اور قدر ہونی چاہئے۔

پھر صبح جب رسول اللہ ﷺ سے سارا واقعہ سنایا اور رسول اللہ ﷺ سے اصرار کیا کہ آپ اوپر رہیں ہم نیچے رہیں گے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ آسمان سے وحی نازل ہو فرشتے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور ہم دونوں میاں بیوی بیچ میں ہوں (پاکی اور طہارت میں ہونا ضروری سمجھتے تھے)۔

☆ حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہما تقریباً چھ مہینے تک آپ ﷺ کے میزبان تھے، یہ دونوں یا دوسرے انصار صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روزانہ کھانا بھیجا کرتے، جو کچھ بچ جاتا رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس بھیج دیتے تھے، حضرت ابوایوبؓ کو حضور ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ کھانے میں جہاں حضورؐ کی انگلیوں کے نشاں دِکھتے کہ رسول اللہ ﷺ جہاں سے کھانا تناول فرماتے وہیں سے یہ کھاتے، ایک مرتبہ کھانے میں لہسن کی بو آگئی، حضور ﷺ نے کھانا کھائے بغیر واپس بھیج دیا، پوچھنے پر فرمایا: کھانے میں لہسن ہے جو

مجھے پسند نہیں، تو حضرت ابوایوبؓ نے کہا: میں بھی ناپسند کروں گا۔

☆ ایک مرتبہ ایک مسافر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس کے ٹھہرنے اور کھانے کا انتظام کرنا تھا، رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے جو مسجد میں تھے فرمایا: جو شخص اس مسافر کو اپنے پاس مہمان رکھے گا اللہ اس پر رحم فرمائے گا، حضرت ابوطلحہؓ نے اٹھ کر کہا: یارسول اللہ! میں انہیں رکھنے تیار ہوں، گھر لیجانے کے بعد بیوی سے دریافت کیا کہ مہمان ساتھ ہے، اس کے لئے کھانے کو کچھ ہے، بیوی حضرت ام سلیمؓ نے کہا: صرف بچوں کے حصہ کا کھانا ہے، حضرت ابوطلحہؓ نے بیوی سے کہا کہ تم بچوں کو بہلا کر سلا دو اور مہمان کے پاس سے درست کرنے تیل ڈالنے کے بہانے چراغ منگوالو، میں ان کے ساتھ اندھیرے میں خالی برتن میں ہاتھ ہلا کر منہ چلاتا رہوں گا تاکہ مہمان یہ نہ سمجھ سکے کہ میں کھانا نہیں کھا رہا ہوں، اس طرح خود کو اور اہل وعیال کو بھوکا رکھ کر مہمان کو اندھیرے میں کھانا کھلا دیا، فجر کے وقت جب رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو اس موقع پر اللہ نے وحی نازل فرما کر میزبانی و میزبان کی تعریف کی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ سے فرمایا: رات تمہارے مہمان کے ساتھ سلوک سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا۔

☆ جب صحابہ کرامؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ رہے تھے تو انصار صحابہ کرامؓ ان کو اپنے اپنے مکانوں میں مہمان ٹھہرا رہے تھے، ان کے کھانے پینے کا انتظام کر رہے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کو آپسی اخوت اور بھائی چارگی کے رشتے میں باندھ دیا، تو وہ آپس میں سگے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے، لیکن اس کے باوجود مہاجرینؓ نے انصارؓ پر بوجھ بننا نہیں چاہا، بازار کا راستہ پوچھ کر تجارت کرنے لگے، ہر مسلمان کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسا خوددار بننے کی نقل کی ضرورت ہے۔

ہر بیوی کو شوہر سے ایسی ہی محبت ہونی چاہئے!

☆ رسول اللہ ﷺ جب دنیا سے انتقال فرمارہے تھے تو آخری دنوں میں بی بی عائشہؓ کے پاس رہنے کا اشارہ فرمایا، آپ کو بی بی عائشہؓ کے حجرے میں منتقل کردیا گیا، جس دن روح پرواز ہوئی اس وقت آپ کا سر بی بی عائشہؓ کی گود میں تھا، آپؐ اشارے سے مسواک طلب کئے، بی بی عائشہؓ نے مسواک دی، آپؐ اس کو چبا نہ سکے تو بی بی عائشہؓ نے اپنے منہ میں چبا کر رسول اللہ ﷺ کو دیا، آپؐ نے وہ مسواک لے کر اپنے دانتوں پر کیا، ذرا غور کیجئے میاں بیوی میں کیسی محبت ہے، آخری وقت بھی بیوی اپنے شوہر کے ساتھ کیسا سلوک کررہی ہے، ہر ایمان والے مرد اور عورت کو ایسی مثالی محبت آپس میں پیدا کرنا چاہئے۔

☆ حضرت صفیہؓ کو حضور اکرم ﷺ سے بے حد محبت تھی، حضور اکرم ﷺ کے مرض الموت میں تمام ازواج مطہراتؓ حضور ﷺ کی عیادت کے لئے حضرت عائشہؓ کے کمرے میں موجود تھیں، حضرت صفیہؓ نے حضور ﷺ کو بے چین دیکھ کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کاش آپ کی تکلیف و بیماری مجھے ہوجاتی، آپ کا درد دور ہوکر مجھے مل جائے، دوسری ازواجؓ یہ بات سن کر ان کی طرف دیکھنے لگیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا: واللہ! وہ سچی ہیں، یعنی ان کا اظہارِ عقیدت نمائشی نہیں؛ بلکہ سچے دل سے وہ یہی چاہتی ہیں، حضرت صفیہؓ بہت اچھا کھانا بنانا جانتی تھیں اور حضور ﷺ کی اچھی طرح ضیافت کرتی تھیں۔

☆ حضرت ابوسلمہؓ اور ام سلمہؓ میں بے انتہاء محبت تھی، جب ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنی کہ میاں بیوی میں اگر میاں کا انتقال ہوجائے اور بیوی دوسرا نکاح نہ کرے تو قیامت کے دن دنیا کی اس بیوی کا اس کے کامیاب شوہر ہی سے نکاح کردیا جائے گا اس پر ام سلمہؓ نے ابوسلمہؓ سے دریافت کیا تو ابوسلمہؓ نے کہا کہ اگر میرا انتقال ہو جائے یا میں شہید کردیا جاؤں تو تم بیوہ اور بغیر نکاح کے نہیں رہنا، دوسرا نکاح کرلینا، آؤ میں اور تم مل کر اللہ سے دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے انتقال پر تم کو مجھ سے اچھا شوہر عطا فرمائے جو تم کو رنج نہ دے کر سکون دینے والا ہو، اس پر بیوی نے آمین کہا، چنانچہ ابوسلمہؓ کے شہید ہوجانے کے بعد ام سلمہؓ کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگیا اور اللہ نے ابوسلمہؓ

سے بہتر شوہر حضرت ام سلمہؓ کو عطا فرمایا جو بعد میں امت کی ماں بن گئیں۔

بیٹی کی شادی شدہ زندگی کو برباد ہونے سے بچانے کا طریقہ

☆ رسول اللہ ﷺ کو بی بی فاطمہؓ سے بے انتہاء محبت تھی، ایک روز بی بی فاطمہؓ اور حضرت علیؓ میں بحث وتکرار ہوگئی اور بی بی فاطمہؓ روٹھ کر رسول اللہ ﷺ سے شکایت کرنے آئیں، حضرت علیؓ پریشان ہو کر گھبرائے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ ناراض ہوگئے تو میری دین ودنیا برباد ہوجائے گی، آہستہ سے بی بی فاطمہؓ کے بعد آکر خاموش چھپ کر ٹھہر گئے، بی بی فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کے غصہ کی شکایت کی اور رونے لگیں، بیٹی کو روتا دیکھ کر حضور ﷺ کے بھی آنکھوں میں آنسو آگئے، مگر داماد کے خلاف کوئی بات نہیں کہی اور کہا کہ بیٹی میں نے تمہارا نکاح ایک ایسے نوجوان سے کیا ہے جو قریش کے جوانوں میں اور اسلام لانے والوں میں سب سے افضل ہے، میاں بیوی میں کبھی کبھی ایسی باتیں ہوجاتی ہیں، وہ کونسے میاں بیوی ہیں جن کے درمیام کبھی کوئی رنجش کی بات نہیں ہوتی، مرد سارے کام ہمیشہ بیوی کی مرضی کے مطابق نہیں کرتے، بیٹی جاؤ! اپنے گھر جاؤ، اللہ تمہیں ہمیشہ خوش اور آباد رکھے، میں تم دونوں کو خوش دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کروں، بیٹی کو بات سمجھ میں آگئی، ادھر حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایات سن کر آنکھوں میں آنسو بھرے انداز میں بی بی فاطمہؓ سے کہا: فاطمہ! خدا کی قسم! آئندہ تم کوئی ایسی بات نہ دیکھو گی جس سے تمہارے دل کو تکلیف پہنچے، بی بی فاطمہؓ کے دل میں شوہر کے احترام کے جذبات اٹھے، خود بولیں نہیں غلطی تو میری ہی تھی، دونوں خوشی خوشی گھر لوٹ گئے، رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے۔

اس واقعہ میں خسر یا میکے والوں کے لئے بڑی نصیحت ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی ذرا ذرا سی ناراضگی پر غیر ضروری تائید یا ہمدردی نہ کریں، لڑکی کو عقل دیں، اس کی زندگی کو برباد ہونے سے بچائیں، بے شعور اور بیوقوف لوگ لڑکی کی محبت اور ہمدردی میں جذبات میں

آ کر عقل سے کام نہیں لیتے اور داماد سے اختلاف پیدا کر کے بیٹی کی زندگی کو تباہ کر ڈالتے ہیں، بی بی فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے اس واقعہ میں لڑکی کے ماں باپ کو اس کی زندگی برباد ہونے سے بچانے اور لڑکی کو عقل وشعور دینے کا طریقہ رسول اللہ ﷺ نے سکھایا۔

☆ حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کو یہ نصیحت کر کے رخصت کیا کہ بیٹی! کسی طرح بھی عائشہؓ سے مقابلہ نہ کرنا، وہ تجھ سے کہیں بہتر ہے، میری اس نصیحت کو باندھے رکھنا، عائشہ کی دل سے قدر کرنا، دیکھنا میری یہ بات تم کہیں بھلا نہ دینا، باپ کی اس نصیحت کو اچھی طرح یاد رکھ کر انہوں نے بی بی عائشہؓ سے خوب دوستی کر لی اور ان کی ہم خیال بن گئیں، دونوں بہت زیادہ مل کر رہتے تھے۔

☆ ایک مرتبہ اس طرح بھی نصیحت کی کہا کہ: بیٹی! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جن کے سامنے تم اس طرح کے سوالات کرتی ہو وہ اللہ کے محبوب پیغمبرؐ ہیں، وہ جو بھی ارشاد فرمائیں خاموشی اور ادب سے سن لیا کرو، بی بی حفصہؓ نے کہا: ابا جان عائشہ بھی تو ان سے اسی طرح ہم کلام ہوتی ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا: بیٹی! میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ اس کی نقل نہ کرو، کہیں اس طرح کے طرز عمل سے اپنا نقصان نہ کر بیٹھو، ہمیشہ ادب، احترام، اطاعت گذاری اور سلیقہ مندی کو ملحوظ رکھنا۔

شرم وحیاء مومن کا قیمتی زیور ہے

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دین میں ایک بہترین صفت ہے، اسلام کی بہترین صفت حیاء ہے۔

☆ حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حیاء اور کم بات کرنا ایمان کی دو شاخیں ہیں اور بدزبانی اور چرب زبانی نفاق کی دو شاخیں ہیں۔ (ترمذی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی سب سے زیادہ غیرت مند ہے اس لئے اس نے بدکاریوں کو حرام کیا ہے۔ (مسلم کتاب التوبہ)

☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہے کرو۔ (بخاری مسلم)

☆ رسول اللہ ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرم وحیاء رکھتے تھے۔

☆ جنت میں جب حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے بھول ہوگئی اور شیطان نے ان کو ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کی ترغیب دی تو پھل کھاتے ہی ان کے جسموں سے جنتی لباس اتر گئے اور وہ ننگے ہوگئے، فوراً اپنے جسموں کو بڑے بڑے پتوں سے چھپالیا، گویا انسان کے اولین ماں باپ میں شرم وحیاء کا عنصر زبردست تھا، وہاں کوئی نہ ہونے کے باوجود بے شرمی و بے حیائی کو برداشت نہ کر سکے۔

☆ سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ میں بچپن ہی سے شرم وحیاء بے انتہاء تھی، آپؐ کبھی بیہودہ بات نہیں کرتے تھے، بے حیائی کو پسند نہیں کرتے تھے اور نہ بے حیائی کے کوئی کام کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ کعبۃ اللہ میں کچھ تعمیری کام ہو رہا تھا، رسول اللہ ﷺ جو ابھی بچے تھے آپؐ بھی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، حضرت عباسؓ نے آپؐ سے کہا کہ تہبند کھول کر کندھے پر ڈال لو اور اینٹ کندھے پر رکھ کر لاؤ تاکہ کندھا زخمی نہ ہونے پائے، آپؐ نے جیسے ہی تہبند نکالی شرم وحیاء کے احساس کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر پڑے، ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے اپنی تہبند پوچھی، حضرت عباسؓ نے فوراً تہبند باندھ دی۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین پہنچے تو وہاں کنویں پر دو لڑکیوں کو لوگوں سے دور کھڑا دیکھا، اگرچہ کہ وہ دیہات کی رہنے والی تھیں، مگر ان میں شرم وحیاء اتنی زیادہ تھی کہ اللہ نے ان کی عادت کا ذکر کیا کہ وہ لوگوں سے الگ ٹھہرتی تھیں، جب تمام لوگ مویشیوں کو پانی پلا کر ہٹ جاتے تب یہ اپنے مویشیوں کو پانی پلاتی تھیں، لوگوں میں گھس کر بے حیاء نہیں بنتی تھیں، جیسے آج کل مسلم علاقوں یا ماڈرن لڑکیوں یا بے پردہ لڑکیوں میں مردوں کے ساتھ مل کر خلط ملط ہونے کا مزاج ہوتا ہے، حضرت موسیٰؑ نے ان سے ان کا تعارف حاصل کئے بغیر اور غیر ضروری بات کئے بغیر ان کی اس وقت جو مدد کی ضرورت تھی

وہ پوری کردی، وہ لڑکیاں جب خلاف عادت جلد گھر کو واپس آگئیں تو والد نے تعجب سے جلد آنے کی وجہ دریافت کی، لڑکیوں نے کہا کہ آج ایک مصری نے ان کی مدد کی اور درخت کے نیچے لیٹ گیا، شاید وہ مسافر غریب اور بھوک کا مارا ہے، والد نے جلدی جا کر بلا کر لانے کو کہا، حضرت موسیٰؑ کو بلا کر لانے کے بعد ایک لڑکی نے کہا: اے ابا! آپ ان کو موشیوں کے چرانے اور پانی پلانے کے لئے اجرت پر رکھ لیجئے، وہ قوی بھی ہیں اور امانت دار و حیادار بھی ہیں، والد نے پوچھا تم کو کیسے معلوم کہ وہ قوی اور امانت دار اور حیادار ہیں انہوں نے پوری تفصیل بتلائی۔

وہ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئیں تو نیچی نظریں رکھتے ہوئے شرم وحیاء کے ساتھ والد کے پاس چلنے کو کہا کہ وہ آپ کا احسان بدلہ دینا چاہتے ہیں، پھر والد سے کہا: مہمان نے اکیلے کنویں کا بڑا ڈول پانی بھر کر کھینچ نکالا، جب ہم نے ان کو گھر آنے کی دعوت دی تو انہوں نے ہمیں دیکھ کر نظریں نیچی کرلیں، گفتگو کے دوران میں ایک مرتبہ بھی ہماری طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا، جب یہاں آنے لگے تو ہمیں پیچھے پیچھے چلنے کو کہا خود آگے آگے چلنے لگے، صرف پیچھے سے اشاروں کے ذریعہ راستہ کی رہنمائی کرنے کو کہا، والد بہت خوش ہوئے یہ مومنانہ، حیادار اور امانت دار کیریکٹر ہے جسے امت مسلمہ کے ہر فرد کو اختیار کرنا چاہئے، اگر کبھی غیر عورتوں سے اتفاق سے کام پڑ جائے تو صرف کام کی مختصر گفتگو کریں غیر ضروری باتیں کر کے ان سے بات چیت کا موقع نہ تلاش کریں۔

☆ حضرت عثمان غنیؓ کا یہ حال تھا کہ آپؓ نوجوان کنواری لڑکیوں سے زیادہ اپنے اندر شرم وحیاء رکھتے تھے، ان کی حیاء کا یہ حال تھا کہ وہ اکیلے میں بھی کبھی برہنہ ہو کر کپڑے تبدیل نہیں کرتے تھے، ایک مرتبہ آپؓ کا وہ لوٹا جو ہر روز ضرورت اور طہارت کا پانی لیجانے کے لئے استعمال ہوتا تھا پھوٹ گیا، اس پر آپؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: میرا جسم اس لوٹے کے سامنے کھلتا تھا، اب نیا لوٹا میرے جسم کو دیکھے گا، مجھے نئے لوٹے کے سامنے اپنا جسم کھولنا پڑے گا، ذرا غور کیجئے مرد ہونے کے

باوجود کیسی شرم وحیاء فطرت میں بھری ہوئی ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: برہنہ ہونے سے بچو! کیونکہ تمہارے ساتھ ایسے فرشتے رہتے ہیں جو صرف بول و براز ومباشرت کے وقت تم سے الگ ہوجاتے ہیں، تو ان سے حیاء کرو اور ان کا خیال رکھو۔ (ترمذی) اس لئے مسلمان کبھی بھی تنہائی کی صورت میں بھی شرم وحیاء کا دامن نہ چھوڑے۔

☆ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ بے تکلفی میں گفتگو کرتے ہوئے بیٹھے تھے، زانوئے مبارک کا کچھ حصہ کھلا تھا، خادم نے آکر حضرت عثمانؓ کے آنے کی اطلاع دی تو آپ سنبھل کر بیٹھ گئے، زانوئے مبارک پر کپڑا پوری طرح ڈھانپ لیا، صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ کے لئے اس اہتمام سے بیٹھنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا: عثمان کی حیاء سے فرشتے بھی شرماتے ہیں، تنہائی اور بند کمرے میں بھی وہ برہنہ نہیں ہوتے، فرمایا وہ بڑے حیادار ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کے بے تکلفی کے عمل سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ شرما جاتے اور قریب نہ آسکتے تھے، پنڈلی سے اوپر کپڑا ہٹ جانے یا پنڈلی دکھائی دینے پر رک جاتے۔

دولتمند لوگ انسانوں کی ضروریات پورا کرنے میں مددگار بنیں

☆ ہجرت کے بعد مہاجرینؓ کو پانی کی سخت تکلیف ہورہی تھی، تمام شہر میں صرف ایک کنواں تھا جس کا پانی میٹھا اور پینے کے لائق تھا، اس کا مالک یہودی تھا وہ پانی فروخت کرتا تھا اور کنواں اس کی معاش کا ذریعہ تھا، حضرت عثمانؓ نے اس سے کنواں فروخت کرنے اور خود خریدنے کا پیش کش کیا، یہودی صرف نصف کنواں فروخت کرنے پر راضی ہوگیا۔

حضرت عثمانؓ نے ۱۲/ ہزار درہم میں نصف کنواں خرید لیا شرط یہ طے پائی کہ ایک دن حضرت عثمانؓ کی باری ہوگی دوسرے دن یہودی کے لئے کنویں کا پانی مخصوص رہے گا،

حضرت عثمانؓ نے اپنے باری کے دن کے پانی کو مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا، تب حضرت عثمانؓ کی باری پر مسلمان دو دن کا پانی بھر لیتے، یہودی کی تجارت ختم ہوگئی اس نے کنواں کا باقی نصف حصہ بھی حضرت عثمانؓ کو فروخت کر دیا، آپؓ نے آٹھ ہزار درہم میں خرید کر سارا کنواں مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

☆ غزوہ تبوک میں ایک تہائی فوج یعنی دس ہزار سے زیادہ فوج کے لئے سامان مہیا کیا، ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے اور رسد کے لئے ایک ہزار دینار دئے، رسول اللہ ﷺ آپ کے اس عمل پر بے حد خوش تھے، اشرفیوں کو دست مبارک پر اچھالتے ہوئے کہتے کہ آج کے بعد عثمانؓ کا کوئی کام ان کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

☆ مسجد نبوی کی توسیع پر اطراف کے مکانات خرید کر مسجد کی توسیع کی اور تنگی کو دور کیا، حضرت علیؓ کی شادی کے موقع پر حضرت علیؓ نے زرہ فروخت کی تو حضرت عثمانؓ نے اسے چار سو درہم میں خریدا اور پھر زرہ انہیں تحفہ میں دے دی۔

☆ ایک مرتبہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ سے کچھ مدد مانگنے آیا، آپؐ نے اس کو حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دیا، وہ گھر کے باہر کھڑا رہا اور اندر حضرت عثمانؓ کے غصہ ہونے کی آواز سنتا رہا کہ چراغ کی بتی اتنی زیادہ کیوں رکھی گئی؟ اس سے تیل بہت جل جائے گا، وہ فوراً یہ سن کر واپس ہوگیا کہ یہ میری کیا مدد کریں گے، رسول اللہ ﷺ جب دوسرے دن اس سے دریافت کئے تو واقعہ سنا کر کہا میں ان سے ملا ہی نہیں، رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر پھر وہ دوسرے دن آیا اور حضرت عثمانؓ سے مدد کی گذارش کی تو آپؓ فوراً اندر گئے اور اس کی ضرورت پوری کر دی، وہ بڑا تعجب کیا اور پہلے دن کے واقعہ پر سوال کر بیٹھا تو انہوں نے اسے بتلایا کہ وہ اپنی زندگی میں بیجا اسراف اور فضول خرچی نہیں کرتے، ضرورت کے مطابق ہر چیز استعمال کرتے ہیں۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی محلّہ میں رہتے تھے جہاں امیہ بن خلف رہتا تھا، ہر روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ظلم ہوتا ہوا دیکھ کر وہ برداشت نہ کر سکے، ایک دن

امیہ بن خلف کو جا کر سمجھایا کہ تم اپنے اس بے گناہ غلام پر اتنا ظلم نہ کرو، تیرا اس میں کیا نقصان ہے کہ وہ خدا کو ایک مانتا ہے، اگر تو اس پر احسان کرے گا تو یہ احسان آخرت کے دن تیرے کام آئے گا، امیہ نے انتہائی حقارت سے جواب دیا کہ تم ہی لوگوں نے اُسے بگاڑا ہے، طعنہ مارتے ہوئے کہا میں تمہارے خیالی آخرت کے دن کا قائل ہی نہیں ہوں جو میرے جی میں آئے میں اس کے ساتھ سلوک کروں گا، حضرت ابوبکرؓ نے اسے نرمی سے سمجھایا کہ تم قوت وطاقت والے ہو اس کمزور پر ظلم کر کے عربوں کی قومی روایات کو بدنام نہ کرو، اس نے حضرت ابوبکرؓ کی گفتگو سے تنگ آ کر کہا کہ: اے ابن ابی قحافہ! تم اس غلام کے اتنے ہمدرد ہو تو خرید کیوں نہیں لیتے؟ امیہ نے کہا: اپنا غلام فسطاس رومی اس کے بدلے میں دے دو اور اِسے لے جاؤ، فسطاس بڑا محنتی فرمانبردار غلام تھا، اہل مکہ کے نزدیک اس کی بڑی قیمت تھی، امیہ سمجھا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اسے کبھی نہیں دیں گے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا: مجھے سودا منظور ہے، اس پر اس نے بڑا تعجب کیا اور پھر کہا کہ اس کے ساتھ میں چالیس اوقیہ چاندی بھی لوں گا، حضرت ابوبکرؓ اس پر بھی رضامند ہو گئے، سودا طے پا گیا، جب صدیق اکبرؓ، بلالؓ کو ساتھ لیکر چلے تو امیہ نے پھر طعنہ مارتے ہوئے اور مذاق اُڑاتے ہوئے کہا: ابن ابی قحافہ! لات وعزّیٰ کی قسم! تمہاری جگہ میں ہوتا تو اس غلام کو درہم کے چھٹے حصہ کے عوض بھی نہ خریدتا، اگر تم ایک اوقیہ چاندی کے عوض بھی لینا چاہتے تو میں اس کو بیچ دیتا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا: تم اس غلام کی قدر کیا جانو؟ مجھ سے پوچھو تو یمن کی بادشاہی بھی اس کی قیمت میں ہیچ ہے، اگر مجھے اس کے لئے سو اوقیہ چاندی بھی دینی پڑی تو ضرور دے دیتا، حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت بلالؓ کو لیکر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے اور سارا واقعہ سنایا، رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ مجھے بھی اس سودے میں شریک کرلو! حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے سودا مکمل کرلیا ہے، اب میں بلالؓ کو آزاد کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعائیں دیں، اس کے بعد سے حضرت بلالؓ نے اپنے آپ کو رسول

اللہ ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ میں رہتے تھے، اپنا ذاتی مکان اپنے غلاموں کو کوئی معاوضہ لئے بغیر دے دیا تھا۔

مسلمان ہر نفع بخش علم حاصل کرنے کی کوشش کرے

☆ جنگ بدر کے بعد جب مشرکین مکہ کے قیدی مدینہ لائے گئے تو اس میں دو تین کو قتل کر دیا گیا، کچھ لوگوں نے فدیہ دے کر چھٹکارا پایا اور باقی لوگوں پر جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے؛ رسول اللہ ﷺ نے باوجود مسلمانوں کی معاشی حالت کمزور تھی تو ان سے فدیہ نہ لے کر ان پر صرف یہ ذمہ داری اور شرط رکھی کہ ہر ایک قیدی مدینہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے، تب ہی ان کو آزاد کیا جائے گا، اس طرح مدینہ کے دس دس بچے ہر قیدی کے پاس لکھنا پڑھنا سیکھنے لگے۔

صحابہؓ اور تابعینؒ کے بعد مسلمانوں کو جب مختلف ملکوں میں حکومت و اقتدار ملا تو وہ مسلمانوں کی ضرورتوں پر توجہ دینے کے بجائے زیادہ تر تعمیرات پر توجہ دئے اور ہر ملک میں عمدہ سے عمدہ تعمیر پر اپنی کثیر دولت خرچ کر دی، آج بھی مسلمانوں کا ذہن زیادہ تر مساجد کو سجانے یا پھر ایر کنڈیشنر بنانے یا قالینیں بچھانے یا غریب لڑکیوں کی شادی کرنے یا جلسے جلوس نکالنے، مساجد پر روشنی کرنے، راستوں پر بائنرز اور جھنڈیاں لگانے، لاکھوں لوگوں کو جمع کر کے بڑے بڑے اجتماع کرنے لاکھوں روپیہ خرچ کر دیتے ہیں جس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا یا پھر دیندار لوگوں کو بار بار حج وغیرہ کروانے یا بزرگوں کے نام پر کھانے کھلانے ہی کو نیکی سمجھتے ہیں اور لاکھوں روپئے خرچ کرتے ہیں، ان کی نگاہیں امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت اور اہم ضرورتوں پر نہیں، صحابہ کرامؓ کا اس طرح کا مزاج نہیں تھا، اس طرح کے کاموں سے مسلمان دن بہ دن کمزور اور بے شعور ہوتے جا رہے ہیں اور اسلام کی شکل بگڑتی جا رہی ہے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے نزدیک غریب مسلمانوں کو دنیا کی تعلیم یا ہنر سے آراستہ کرنا کوئی نیکی ہی نہیں، دین کی سمجھ اور فہم پیدا کرنے کے لئے غریبوں کو ان کی ضرورتیں پوری کر کے قران مجید سمجھانے اور حدیث کی تعلیم دینے کا تصور ہی نہیں، مرد حضرات جمعہ وغیرہ کی تقریریں کچھ وعظ ونصیحت سن لیتے ہیں، عورتوں کو دین کی باتیں سنانے اور عورتوں میں دین کا فہم پیدا کرنے کے لئے کوئی محفل ہی نہیں سجائی جاتی اور نہ اس کو دعوت یا نیکی تصور کرتے ہیں، اکثر گھروں میں رہنے والی عورتیں کبھی دین کی باتیں سنتی ہی نہیں، عورتیں گھروں میں زیادہ سے زیادہ بے شعوری کے ساتھ نماز پڑھ لیتی ہیں، عقائد میں خراب ہیں، بچے جوان ہونے تک بھی دین کی ضروری باتوں سے واقف نہیں ہوتے، جن ملکوں میں اللہ نے دولت دی ہے وہاں مسلمان اکثر مسجدوں میں افطار اور کھانے تقسیم کرتے ہیں، مسجدوں کو خوبصورت بنانے اور ہر قسم کی سہولت پیدا کرنے پر محنت کرتے ہیں، مگر مسلمانوں میں دین کا شعور جگانے پر کوئی خاص فکر، محنت اور توجہ ہی نہیں کرتے، مسلمان بچے غیر مسلم اسکولوں میں جا کر دنیا کی تعلیم حاصل کرتے اور بے دینی سیکھتے ہیں، ان کے لئے کوئی دولتمند مسلمان دنیا کی تعلیم سکھانے کے لئے اسکول ہی نہیں کھولتا اور نہ اس کو نیکی تصور کرتے ہیں، اس زمانہ میں مسلمانوں میں جس جس چیز کی کمی ہو اس کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دی جائے اور ان شعبوں پر خوب محنت کی جائے، اس وقت مسلمان تعلیم سے دور ہوتے جا رہے ہیں، دولت مند اور غریب طبقہ دین کا شعور ہی نہیں رکھتا، ایسے مسلمانوں کے لئے محلوں میں دین کا علم سکھانے کے مراکز ہی نہیں ہیں، معاشرہ کے سدھار کے لئے مرد اور عورت کی اصلاح ضروری ہے۔

☆ حضرت عثمانؓ نے جنگ کے وقت جس جس چیز کی ضرورت تھی اس میں مدد کی، مسلمانوں کو جب پانی کی تکلیف تھی اس میں مدد کی، غریب مسلمانوں کو قرض کی ضرورت تھی تو وہ دیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہؓ جس زمانہ میں غلاموں کو غلامی سے چھڑانا تھا ان پر دولت خرچ کر کے ان کو آزادی دلانے پر خوب محنت کی جس کی وجہ سے

دنیا سے غلاموں کا رواج ختم ہوگیا، اسی طرح صحابہ کرامؓ مسلمان کی غربت دور کرنے ہزاروں درہم ہر روز لوگوں میں تقسیم کئے، رسول اللہ ﷺ مدینہ میں مسلمان بچوں کو علم سے آراستہ کرنا ضروری تصور کیا تب ہی فدیہ کی جگہ تعلیم لکھنا پڑھنا سکھانے کی شرط رکھی، ہر زمانہ میں مسلمانوں میں مختلف شعبوں میں کمی ہوتی رہی، اس لئے ہر زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے دولتمند لوگ امت کو سنبھالنے کی فکر کریں، موجودہ زمانہ میں سب سے بڑا قحط فہم دین کا ہے، اس لئے لوگوں میں زیادہ دین کا فہم پیدا کرنے کے حلقے ہر محلے اور ہر گھر میں قائم کئے جائیں اور دنیوی تعلیم کے لئے دینی ماحول کے اسکول کھولے جائیں؛ تا کہ مسلمان بچے دنیوی تعلیم کے ساتھ دین کی ضروری تعلیم بھی حاصل کرتے رہیں، عورتوں کے لئے خاص طور پر دینی حلقے کم سے کم ہفتہ میں ایک مرتبہ قائم کئے جائیں تا کہ ان کی ذہن سازی ہوتی رہے، مسجدوں کے بازوان کے لئے باقاعدہ علاحدہ کمرے یا ہال بنائے جائیں؛ تا کہ وہ مسجدوں کے باہر آکر وعظ اور دروس سنتی رہیں، دولتمند اور سمجھ دار لوگ عقل کا صحیح استعمال کریں تو قوم کی حالت درست ہوسکتی ہے۔

لوگوں میں عیب اور نقص دیکھ کر ان کو اس عیب سے پکارنے اور مذاق اڑانے سے اسلام نے سخت منع کیا ہے

☆ اسلام نے کسی بھی انسان میں عیب اور نقص ہو تو اس کو اس کے عیب اور نقص کے ساتھ پکارنے سے سختی سے منع کیا ہے، ایک مرتبہ حضرت ابو ذر غفاریؓ ایک مسلمان صحابیؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ان کا رنگ کالا تھا، حضرت ابو ذرؓ نے ان کو بلانا چاہا، اتفاق سے ان کی زبان سے اس کا نام نکلنے کے بجائے اس کے رنگ کو دیکھ کر کہا: اے کالے رنگ والے! رسول اللہ ﷺ نے جب ابو ذرؓ سے یہ الفاظ سنے تو ناراض ہوئے اور ارشاد فرمایا: سب کے ساتھ ایک پیمانہ اختیار کرو، ایسا نہ کرو کہ کسی کو اچھے الفاظ اور کسی کو بُرے الفاظ سے خطاب کرو، انسان اور انسان کے درمیان امتیاز مت پیدا کرو، پھر آپؐ نے یہ بھی

ارشاد فرمایا: کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں، حضرت ابوذرؓ کو اس تاکید کے بعد اپنی غلطی اور گناہ کا بہت زیادہ احساس ہوا اور اس شخص سے معافی مانگنے زمین پر لیٹ گئے اور کہا کہ تم کھڑے ہو کر میرے چہرے کو اپنے پیروں سے مسل دو، وہ ایسا کرنے پر تیار نہیں ہوا اور آپ کو معاف کر دیا۔

☆ ایک مرتبہ ام المومنین زینبؓ نے ام المومنین صفیہؓ جو مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ محترمہ بن گئی تھیں کو یہود یہ کہہ دیا، اس بات کا علم جب رسول اللہ ﷺ کو ہوا تو آپؐ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے، اتنے ناراض ہوئے کہ حضرت زینبؓ سے قطع کلامی کر دی، حضرت زینبؓ بہت پریشان ہوئیں اور بی بی عائشہؓ سے قصور معاف کرانے کی درخواست کی اور کہا کہ آپ میرا یہ کام آسانی سے کر سکتی ہیں، جب رسول اللہ ﷺ بی بی عائشہؓ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے بڑے سلیقے سے اور خوشگوار موڈ میں یہ بات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی، تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ کا قصور معاف کر دیا۔

☆ سورہ حجرات: آیت ۱۱ر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو، ایمان والوں کے لئے فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے، جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں''۔

چنانچہ اس تاکید کے باوجود لوگ کسی کو کالا، گینڈا، موٹا، نکٹا، لمبو، گنجا، چپٹا، لنگڑا، پاگل، جاہل، بیوقوف، اندھا، بھکاری، شرابی، جواری پکارتے ہیں، گالیوں کے ذریعہ نہ پکاریں، یہ کھلے طور پر اللہ کی نافرمانی ہے، کسی کی غیر موجودگی میں اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے، یہ عمل عورتیں بہت زیادہ کرتی ہیں اور آپس میں طعنے دیا کرتی ہیں، نومسلم کو دھیڑ کہتے ہیں۔

اللہ کے نیک بندے غصہ پر قابو رکھتے ہیں!

غصہ شیطان سے ہے اور شیطان انسان کو جہالت اور اللہ کی نافرمانی پر ابھارتا ہے، جو لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہیں وہ انسانوں کے غلط اعمال اور نافرمانیوں پر غصہ کو پی جاتے ہیں اور اللہ کی صفت عفوودرگذر کی نقل کرتے ہوئے معاف کردیتے ہیں اور اللہ کی صفت صبور کی نقل کرتے ہوئے صبر اختیار کرتے ہیں۔

☆ حضرت حسنؓ ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے ساتھ کھانا کھارہے تھے، غلام سالن لے آیا اور گرم گرم سالن حضرت حسنؓ پر گرادیا جس کی وجہ سے سر کے اوپر سے سالن آپ کے کپڑوں وغیرہ تک گر گیا، آپؓ نے اسے صرف گھور کر دیکھا تو غلام نے قرآن مجید کی سورہ ال عمران کی آیت (۱۲۴) **وَ الْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ** پڑھتے ہوئے کہا: اللہ والے غصہ کو پی جاتے ہیں، آپؓ نے سر جھکادیا تو پھر کہا: نہ صرف غصہ پی جاتے ہیں بلکہ **وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ** وہ لوگوں کی خطاؤں کو معاف بھی کرتے ہیں، تو آپؓ نے فوراً کہا کہ میں نے اللہ کے واسطے تجھے معاف کیا، پھر غلام نے کہا: نہ صرف معاف کردیتے ہیں بلکہ **وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ**۔ (اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) ان پر احسان بھی کرتے ہیں، آپؓ نے فرمایا: میں نے تجھے اللہ کے واسطے آزاد کردیا۔

☆ ام المومنین صفیہؓ کی ایک لونڈی تھی، اس نے امیر المومنین حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ حضرت صفیہؓ میں ابھی تک یہودیت کی بو پائی جاتی ہے، وہ اب بھی ہفتہ کے دن کا احترام کرتی ہیں اور یہودیوں سے دلی لگاؤ رکھتی ہیں، حضرت عمرؓ نے سچائی دریافت کی تو ام المؤمنینؓ نے فرمایا: جب سے اللہ نے ہفتہ کے بجائے جمعہ عنایت فرمایا، میں نے ہفتہ کے دن کا احترام چھوڑ دیا ہے، جہاں تک یہودیوں کے ساتھ صلہ رحمی کا تعلق ہے، یہ بات صحیح ہے میرے وہ رشتہ دار ہیں صرف انسانی ہمدردی کی خاطر میں ان سے صلہ رحمی کا سلوک اختیار کرتی ہوں، جب بی بی صفیہؓ کو پتہ چلا کہ حضرت عمرؓ کو یہ باتیں ان کی خادمہ

نے بتائی ہیں، آپؐ نے اس سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے بڑے ہی معصومانہ انداز میں ڈرتے ہوئے کہا: شیطان نے مجھے بہکا دیا تھا، آپؐ نے اسی آیت کے تحت فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو۔

ایمان والے کمزوروں اور مظلوموں کی مدد کے لئے تیار رہیں

☆ مکی زندگی میں ایک مرتبہ ایک شخص اونٹ فروخت کرنے مکہ آیا، ابوجہل نے اس کے اونٹ خرید لئے مگر قیمت ادا کرنے اس کو ستا رہا تھا، دو چار دن گذر جانے سے وہ تاجر پریشان ہو گیا اور لوگوں سے مدد کی درخواست کرنے لگا کہ ابوجہل سے رقم دلا دیجئے، کچھ لوگ ایک جگہ باتیں کرتے ہوئے بیٹھے تھے، یہ تاجر اُن کے پاس گیا اور اپنی حاجت رکھی، انہوں نے مذاق اور تماشہ دیکھنے کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی طرف جو کعبۃ اللہ کے صحن میں بیٹھے تھے اشارہ کیا کہ ان صاحب سے جا کر مدد طلب کرو وہ تمہیں پیسے دلا دیں گے، یہ لوگ دراصل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابوجہل کی لڑائی سے مزا لینا چاہتے تھے۔

تاجر نے رسول اللہ ﷺ سے جا کر درخواست کی، رسول اللہ ﷺ اس تاجر کو لے کر ابوجہل کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، ابوجہل اندر سے پوچھا: کون؟ آپؐ نے جواب دیا: میں محمدؐ ہوں! وہ گھبرا کر تعجب سے دروازہ کھولا اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ تاجر بھی کھڑا ہے، آپؐ نے گرجدار انداز میں ابوجہل سے کہا کہ اس کی رقم دے دو! وہ اندر گیا سیدھے بغیر کچھ کہے رقم لا کر دیدی، تماشہ دیکھنے والوں نے بعد میں دریافت کیا اور کہا کہ تو تو بڑا ابزدل نکلا؟ محمد (ﷺ) کے کہنے پر رقم ادا کر دی، ابوجہل نے کہا کہ جب محمد (ﷺ) دروازہ کھٹکھٹائے تو میرا گھر دہل گیا اور محمد (ﷺ) کا رعب اور ہیبت میرے اوپر طاری ہو گئی۔

☆ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ایک بوڑھیا جو مکہ کا ایک محلّہ چھوڑ کر جا رہی تھی اس کی مدد کرنے کے لئے اس کا سامان اٹھا کر اس کے ساتھ چل رہے تھے، وہ راستہ بھر رسول ﷺ سے کہہ رہی تھی کہ مکہ میں ایک نوجوان لوگوں کو بھٹکا رہا ہے اور ہمارے معبودوں کو برا کہتا

اور ہمیں بیوقوف اور نادان کہتا ہے، بیٹا تم اس سے دور رہنا، جب مقام آ گیا تو آپ ؐ نے اس بوڑھیا کا سامان رکھ دیا اور اجرت لینے سے انکار کیا، تب بوڑھیا نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: میں وہی ہوں جسے تم گالیاں دے رہی تھیں، وہ بوڑھیا بڑے تعجب سے دیکھتے ہوئے شرمندہ ہوئی اور آپ کی تعریف کرنے لگی۔

☆ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک غیر مسلم بوڑھا لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا تھا، آپؓ نے اس سے کہا تم بھیک کیوں مانگ رہے ہو؟ اس نے کہا مجھ پر جزیہ لگا دیا گیا ہے، حالانکہ میں بالکل غریب اور مفلس ہوں، حضرت عمرؓ اسے اپنے گھر لے گئے اور کچھ نقد رقم اس کو دی اور بیت المال کو لکھا کہ اس قسم کے غیر مسلم مساکین کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا جائے، واللہ! یہ انصاف نہیں کہ ہم ان کی جوانی سے فائدہ اٹھائیں اور بوڑھاپے میں ان کی خبر گیری نہ کریں۔

☆ حضرت عمرؓ راتوں میں اپنی حکومت کے زمانہ میں گشت کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک عورت کو ایک مقام پر چولہے جلاتے اور پکاتے ہوئے دیکھا اور بچوں کے رونے کی آوازیں سنیں، قریب جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں، ان کا دل بہلانے چولہے پر خالی ہانڈی چڑھا دی گئی ہے، آپؓ اسی وقت بیت المال گئے، آٹا، گھی، گوشت اور کھجور لے کر چلنے لگے، آپؓ کے غلام اسلم نے اصرار کیا کہ میں یہ بوجھ اٹھا کر لئے چلتا ہوں، فرمایا: قیامت میں تم میرا بوجھ نہیں اٹھاؤ گے، خود ہی سامان لے کر عورت کے پاس گئے، عورت کو دیا، خود ہی چولہا پھونکا، کھانا پکنے تک وہاں بیٹھے رہے، بچوں کے کھانے کے بعد خوشی خوشی واپس ہوئے، اس عورت کو یہ نہیں کہا کہ میں امیر المومنین ہوں، صحابہؓ کی تربیت ایسی ہوئی تھی کہ وہ خادموں غلاموں کو ساتھ رکھ کر بھی مساواتِ انسانی کا سلوک کرتے تھے، کبھی امتیاز نہیں برتتے تھے اور غلام وخدمت گذار کا احساس ہونے نہیں دیتے تھے۔

☆ اطراف مدینہ میں ایک ضعیف نابینا بوڑھی عورت تھی حضرت عمرؓ ہر روز صبح اس کی

جھونپڑی میں جا کر ضروری خدمت انجام دینا چاہتے تھے مگر محسوس کیا کہ کوئی ان سے پہلے اس بوڑھی کی مدد کے لئے آتا ہے، ایک روز جلدی جا کر چھپ کر دیکھا کہ خلیفہ ابوبکرؓ باوجود خلیفہ ہونے کے اس ضعیفہ کی خدمت کر کے کپڑے دھو کر باہر نکلے، بولے قسم ہے! کیا ہر روز آپ ہی سبقت کر جاتے ہیں؟

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت ہی متواضع طبیعت کے تھے، آپؓ باوجود امیر المومنین بن جانے کے کسی کام میں شرم محسوس نہیں کرتے تھے، اکثر اپنی بکریوں کا اور محلّہ والوں کا دودھ دوہ کر لاتے تھے، امیر المومنین کا انتخاب ہو جانے کے بعد سب سے زیادہ محلّہ کی ایک یتیم لڑکی کو فکر ہوئی اور اس نے کہا کہ اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دوہے گا؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سنا فرمایا: میں بکریوں کا دودھ دوہوں گا، خلافت کی وجہ سے مخلوق کی خدمت گذاری سے دور نہیں رہوں گا۔

☆ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے، ایک مرتبہ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نے ایک شخص کو اپنے سے آگے گھوڑا دوڑانے پر بے وجہ کوڑا مارا، وہ شخص امیر المومنین سے آکر شکایت کیا، آپؓ نے باپ اور بیٹے کو مصر سے بلایا اور باپ کے سامنے کوڑے لگائے، باپؓ خاموش دیکھتے رہے تاکہ بیٹا آئندہ ایسی غلط اور ناجائز حرکت نہ کرے، اپنی کوئی صفائی بیٹے کے حق میں پیش نہ کی، شکایت کرنے والے کو اشرفیاں دے کر راضی کیا۔

چھوٹوں سے محبت اور بڑوں کا احترام کرنا

☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ چھوٹوں سے محبت نہیں کرتے اور بڑوں کا احترام و عزت نہیں کرتے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذی)

☆ فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک بوڑھے انسان کو سنبھالتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ میرے والد ہیں ابوقحافہ

بن عثمانؓ! کمزوری کی وجہ سے ان کی سانس پھول رہی تھی، کہا کہ آپؐ انہیں کلمہ پڑھا کر اسلام میں داخل فرمائیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! آپ ان کو اتنی تکلیف میں یہاں کیوں لائے؟ اگر مجھ سے کہتے تو میں خود ان کے پاس چلا جاتا، پھر آپؐ نے ان کو کلمہ پڑھایا، اس سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ ہم اپنے بڑوں، بوڑھوں کے ادب واحترام میں خود ان کے پاس جائیں ان کو اپنے پاس آنے کی زحمت نہ دیں۔

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بوڑھا ضعیف انسان قریب آنا چاہتا تھا، لوگوں نے اس کے لئے جگہ دینے میں دیر کی، یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا: جس نے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور بڑوں کی تعظیم نہ کی وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذی)

اس سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ بڑے بزرگ آجائیں تو ہم فوراً ان کے لئے جگہ فراہم کریں، ان کے ساتھ ادب واحترام سے رہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو بہت پیار کرتے تھے اگر وہ روتے تو آپؐ بے چین ہو جاتے، خطبہ دیتے وقت یا درس دیتے وقت مسجد میں آجائیں تو اٹھا کر گود میں یا بازو پر بیٹھا لیتے تھے، گھر میں ان کے ساتھ کھیلتے تھے، سواری بن کر ان کو پیٹھ پر یا کندھوں پر بیٹھا لیتے تھے، ایک مرتبہ سفر کے دوران دونوں کے رونے کی آواز آئی، عورتیں علاحدہ حجاب میں تھیں، معلوم کیا گیا تو پتہ چلا کہ پانی کی پیاس کی وجہ سے دونوں رو رہے ہیں، قافلے میں دریافت کیا گیا کہ کسی کے پاس پانی ہے؟ تو معلوم ہوا کسی کے پاس پانی نہیں ہے، پوری طرح ختم ہو چکا ہے، آپؐ نے ایک کے بعد ایک کو اندر سے اپنے پاس بلا لیا اور اپنی زبان مبارک ان کو چوسا دی، وہ بہت دیر تک یکے بعد دیگر چوستے رہے اور پیاس ختم ہوگئی۔

☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ امیر المومنین بننے کے بعد ایک مرتبہ نماز عصر سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ کے ساتھ جا رہے تھے، راستہ میں حضرت حسن بن علیؓ کے پاس سے گذر ہوا جو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے جلدی سے حسنؓ کو اٹھا لیا اور اپنے

کندھے پر بیٹھا لیا اور بار بار یہ جملہ فرمانے لگے کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہو! یہ حسن تو رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہیں! علیؓ کے مشابہ نہیں، حضرت علیؓ یہ سن کر مسکراتے رہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ بی بی فاطمہ الزہراءؓ سے بہت محبت کرتے تھے، جب کبھی سفر سے واپس آتے تو مسجد کے بعد سب سے پہلے بی بی فاطمہؓ کے گھر جاتے خیر خیریت پوچھتے، بچوں سے پیار کرتے، پھر ازواج کے پاس جاتے، بی بی فاطمہؓ جب بھی رسول اللہ ﷺ سے ملنے آتیں تو رسول اللہ ﷺ بڑی محبت اور گرم جوشی سے اٹھ کر استقبال کرتے، ہاتھوں یا پیشانی کو بوسہ دیتے اور بڑے پیار سے اپنی جگہ پر یا اپنے دائیں یا بائیں بیٹھا لیتے تھے، بی بی فاطمہ بھی رسول اللہ ﷺ جب ان سے ملنے جاتے تو والہانہ انداز میں استقبال کرتیں اور والد کو دروازے تک رخصت کرنے آتی تھیں۔

☆ اس سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے امتی ہو کر بچوں پر جلاد نہ بنیں، ان سے پیار محبت کرتے رہیں، ان کا عمدہ زبان سے استقبال کریں، اچھے اچھے القابات سے پکاریں، ان کے رونے پر فوراً دوڑ کر ان سے لاڈ پیار سے ہمدردی کر کے ان کی مدد کریں، بچوں کی یہ نفسیات ہوتی ہے کہ جو ان سے سب سے زیادہ پیار کرتا ہے وہ اسی کے دیوانے بنے رہتے ہیں، انہی کی طرف دوڑتے ہیں بچوں کو آپ جتنی عزت دیں گے وہ بھی آپ سے ویسا ہی سلوک کریں گے مثلاً اگر آپ ان کو آپ سے مخاطب کریں گے تو وہ بھی آپ کو آپ سے مخاطب کریں گے بچوں کو ادب واحترام سکھانے پیار ومحبت کرنے کا یہ آسان طریقہ ہے بچے بھی اپنے چھوٹوں کے ساتھ پیار ومحبت کا سلوک کریں گے، مہمان یا رشتہ دار گھر آئیں تو ہنستے چہرے اور مسکراہٹ کے ساتھ پر جوش انداز میں اگر بڑے لوگ استقبال کریں تو بچے بھی وہی اخلاق سیکھیں گے، رسول اللہ ﷺ نے ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملاقات کرنے کو ایک قسم کا صدقہ فرمایا۔

☆ ایک بار حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ اپنی بیٹی اور داماد، دونوں میں سے کس سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ حضرت

علیؓ کے سسر اور بی بی فاطمہؓ کے والد ہیں، دونوں کے بڑے ہیں، دونوں سے محبت اور اپنا ئیت کا اظہار کرنا ضروری تھا: تا کہ دونوں آپؐ کے چاہنے والے بنے رہیں، اگر یہ کہتے کہ بیٹی سے محبت زیادہ ہے تو داماد کی دل شکنی ہوتی اور اگر یہ کہتے کہ داماد سے محبت زیاہ ہے تو بیٹی کا دل ٹوٹ جاتا، سوال بڑا عجیب تھا، رسول اللہ ﷺ نے بڑی حکمت کے ساتھ عجیب وغریب جواب ارشادفرمایا: تم سے زیادہ مجھے فاطمہ محبوب ہے اور فاطمہ سے زیادہ تم مجھے محبوب ہو۔

☆ رسول اللہ ﷺ جب چھ برس کے تھے والدہ ماجدہ بی بی آمنہ مدینہ میں اپنے خاندان بنونجار میں گئی تھیں، واپسی پر راستے میں طبیعت خراب ہوکر انتقال کرگئیں، اسی سفر میں حضرت ام ایمنؓ جو باندی تھیں آپؐ کی خدمت کے لئے ساتھ تھیں، ماں کے انتقال کے بعد ام ایمنؓ جوخود بھی زیادہ بڑی نہیں تھیں ماں کا خلاء پر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی پوری دیکھ بھال کی، یہ حبشی النسل لڑکی تھیں، رنگ سیاہ تھا، انہوں نے بعد میں مکہ ہی میں اسلام قبول کیا، ہجرت مدینہ کے وقت ان کو راستے میں سخت پیاس لگی، ہونٹ سوکھ گئے پانی ساتھ نہیں تھا، اللہ نے کراماتی طور پر ان کو پانی عطا کیا، یہ حبشی النسل ہونے کی وجہ سے بعض الفاظ صحیح ادا نہیں کرسکتی تھیں جب غلط الفاظ ادا کرتیں رسول اللہ ﷺ مسکرا دیتے اور اصلاح فرماتے، یہ آپؐ سے بہت محبت کرتی تھیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا چھ سال کی عمر سے وفات پانے تک کا پورا زمانہ دیکھا تھا، رسول اللہ ﷺ ان کو بڑی محبت کے ساتھ اماں جان کے الفاظ سے پکارتے تھے، ان کا بڑا ادب واحترام اور عزت کرتے تھے۔

☆ جب یہ مدینہ ہجرت کرکے آگئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا جو کوئی کسی جنتی خاتون سے شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ ام ایمنؓ سے شادی کرلے، حضرت زید بن حارثہؓ حبشی النسل نہ ہونے اور سردار کے بیٹے ہونے کے باوجود حضرت ام ایمنؓ سے نکاح کیا، انہیں سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے رسول اللہ ﷺ اس بچے کو بھی بہت چاہتے تھے۔

☆ بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ پانی پی رہے تھے، حضرت

ام ایمنؓ بھی وہاں موجود تھیں، انہوں نے دیکھتے ہی کہا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے بھی پانی پلا دیجئے! بی بی عائشہؓ نے کہا: اے تم رسول اللہ ﷺ! سے پانی کا مطالبہ کررہی ہو؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں میرا حق بنتا ہے! میں نے رسول ﷺ کی بہت خدمت کی ہے، آپؐ نے باوجود پیغمبر اور مرتبہ میں بڑے ہونے کے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا: عائشہ! یہ سچ کہتی ہیں، آپؐ نے فوراً ادب واحترام سے ان کی خدمت میں پانی پیش کیا، جب بھی رسول ﷺ ان سے ملاقات کے لئے گھر جاتے یہ کھانے پینے کا فوراً انتظام کرتی تھیں، ایک مرتبہ آپؐ کے آنے پر فوراً روٹی تیار کرنے آٹا چھاننا شروع کردیا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: یہ کیا کر رہی ہیں؟ تو حضرت ام ایمنؓ نے کہا: ہمارے دیس میں ایسا ہی چھان کر روٹی بنائی جاتی ہے، آپؐ نے آٹا چھاننے سے منع کیا ویسے ہی تیار کرنے کو کہا۔

☆ رسول اللہ ﷺ کو اپنے متعلقین اور حضرات حسن وحسینؓ سے جس طرح محبت تھی اسی طرح اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کے بیٹے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے بھی ویسی ہی محبت تھی، رسول اللہ ﷺ ایک زانو پر حضرت حسنؓ کو بٹھاتے تو دوسری پر حضرت اسامہؓ کو بٹھاتے تھے اور اکثر دعاء دیتے کہ اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں، تو بھی ان پر رحم فرما، ایک روایت میں ہے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما، آپؐ فرماتے کہ اسامہ مجھ کو سب لوگوں میں محبوب تر ہے، ایک موقع پر فرمایا: اس کا باپ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا اب یہ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے، ایک مرتبہ حضرت اسامہؓ چوکھٹ پر گر پڑے، پیشانی پر زخم آگیا، جسم بخار میں تھا، ناک سے ریزش بہہ رہی تھی، آپؐ نے بی بی عائشہؓ کو آواز دی کہ اسامہؓ کا خون اور چہرہ صاف کردو، وہ کچھ کام میں مصروف تھیں اور کراہت محسوس کررہی تھیں، سوچا کہ ام ایمنؓ ان کی ماں صفائی کردیں گی، آنے میں دیر ہوئی، اس پر رسول اللہ ﷺ خود اٹھے اور چہرہ اور ناک صاف کیا اور ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگایا، ایک مرتبہ آپؐ بی بی عائشہؓ کے ساتھ بیٹھے تھے، اسامہ آئے تو فرمایا کہ اگر یہ لڑکی ہوتا تو میں اسے خوب زیور پہناتا اور بناؤ سنگھار کرتا اور

اس کا چرچا ہوتا اور ہر گھر سے پیغام آتے ، یہ اپنی ماں کی طرح حبشی النسل کالے موٹے ہونٹ والے ہی تھے، بی بی عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کی ان کے ساتھ محبت دیکھ کر رشک کرتیں اور انہوں نے آپؓ کا بھی زندگی بھر احترام کیا۔

☆ رسول اللہ ﷺ کی حضرت اسامہؓ کے ساتھ والہانہ محبت دیکھ کر منافقین رسول ﷺ کو تکلیف دینے اور حضرت اسامہؓ کو ذلیل کرنے کہتے کہ یہ زید بن حارثہ کے نطفہ سے نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کو یہ سن کر بہت تکلیف ہوتی۔

☆ عربوں میں قیافہ شناسی کا ملکہ بہت تھا، بیان کرنے والے کی بات پتھر کی لکیر سمجھی جاتی تھی، ایک مرتبہ ایک شخص محرز مہ یحییٰ جس کو قیافہ شناسی میں خاص مہارت حاصل تھی اس نے حضرت اسامہؓ اور حضرت زیدؓ کو ایک ساتھ سوتے دیکھا، دونوں باپ بیٹے سر سے پیر تک ایک ہی چادر اوڑھے سوئے ہوئے تھے، صرف پاؤں کھلے ہوئے تھے، اس نے پیروں کو دیکھ کر ان کی ساخت سے پہچان کر کہا کہ یہ پاؤں کے ساخت بتلا رہے ہیں کہ یہ دونوں باپ بیٹے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کو بہت مسرت ہوئی، آپ ؐ بی بی عائشہؓ کے پاس مسکراتے ہوئے تشریف لائے، وجہ پوچھنے پر کہا کہ اسامہ اور زید کے پیروں کی ساخت دیکھ کر محرز مہ نے کہا کہ یہ باپ بیٹے ہیں اس سے منافقوں کی زبان بند ہوگئی۔

☆ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی چیز اچھی آتی تو آپ ؐ حضرت اسامہؓ کو دیتے، حضرت دحیہ کلبیؓ نے ایک مرتبہ کتان کا کپڑا رسول اللہ ﷺ کو تحفہ دیا، آپ ؐ نے اسے حضرت اسامہؓ کو دے دیا، حضرت اسامہؓ نے اپنی بیوی کو دیا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تو بتایا کہ بیوی کو دے دیا، تو فرمایا کہ وہ اندر سینے پر دوسرا کپڑا لگا کر استعمال کرے، الغرض آپ ؐ اہل وعیال کی طرح حضرت اسامہؓ میں کوئی تفریق نہیں کرتے تھے، تمام صحابہؓ بھی باپ بیٹے کی بہت عزت کرتے تھے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے بیٹے حضرت محمد بن اسامہؓ کو مدینہ کی مسجد میں دیکھا، تعظیم سے گردن جھکالی اور بولے اگر رسول اللہ ﷺ اِسے

دیکھتے تو اس کو بھی دادا اور باپ کی طرح محبوب رکھتے۔

☆ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں صحابہؓ کو وظائف مقرر کیے تو حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو تین ہزار اور اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کو ڈھائی ہزار مقرر کیے، اس تفریق کا سبب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دریافت کیا اور کہا کہ میں اور اسامہؓ دوش بہ دوش تمام غزوات میں برابر شریک رہے اور آپؓ ان کے والد حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کبھی پیچھے نہیں رہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: سچ ہے! مگر رسول اللہ ﷺ ان کو تم سے زیادہ محبت کرتے اور ان کے والد کو تمہارے باپ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

غریب کی بے عزتی و دل شکنی کی ممانعت اور مساوات کی تعلیم

☆ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی مکہ میں قریش کے سرداروں کو دعوت دیتے تو وہ کہتے کہ یہ بلالؓ، صہیبؓ، عمارؓ، یاسرؓ، خبابؓ، ابن مسعودؓ جیسے غریب، غلام، مفلس اور چرواہے تمہاری صحبت میں بیٹھا کرتے ہیں، ان کے ساتھ ہم نہیں بیٹھ سکتے، انہیں ہٹاؤ اور ہمارے لئے علاحدہ مجلس کا انتظام کرو تو ہم آسکتے ہیں، تب سنیں گے کہ تمہاری دعوت کیا ہے، یہی مطالبہ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں ان کی قوم کے مالدار اور سرداروں نے حضرت نوحؑ سے کیا تھا اور کہا وہ غریب مفلس غلام لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹادیں اور کہتے کہ ہمیں ان کے ساتھ بیٹھنے میں گھن آتی ہے، اس پر اللہ نے ان متکبر اور بیوقوف لوگوں کے خلاف غریب و نادار لوگوں کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا تھا کہ جو لوگ رضاءِ الٰہی کی خاطر تمہارے گرد جمع ہوئے ہیں اور دن رات اپنے رب کو یاد کرتے ہیں ان کی صحبت سے اپنے دل کو مطمئن کرو اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ (سورۃ الکھف)

حضرت نوح علیہ السلام نے دولت مندوں سے کہا تھا کہ اگر میں ایسا معاملہ کروں جس کے تم خواہش مند ہو تو اللہ کے عذاب سے میں بچ نہیں سکتا، میں تو دردناک عذاب سے ڈرتا ہوں، میرے پاس امیر و غریب کا سوال نہیں۔

سرداران قریش جب غریب لوگوں کو دیکھتے تو ان کا مذاق اُڑاتے اور کہتے کہ محمد (ﷺ) کے اطراف ہماری قوم کے غلام اورادنیٰ طبقے کے لوگ نوکر جمع ہوگئے ہیں، وہ طعنہ مارتے کہ کیسے معزز لوگ ان کے ساتھی ہیں، کیا اللہ کوایسے ہی لوگ ملے جن کو برگزیدہ کہا جاسکتا ہے، سورہ عبس میں ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتومؓ کے آنے اور رسول اللہ ﷺ سے دین کے بارے میں دریافت کرنے اوررسول اللہ ﷺ کا ان کی طرف اپنی توجہ نہ دینے اور مشرکین کی طرف دلچسپی زیادہ لینے اوران کو اسلام سمجھانے پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو سختی سے ہدایت دی کہ وہ شخص جو دل سے اسلام کو چاہتا ہے اور آپ کی صحبت سے فیض پانا چاہتا ہے آپؐ اس کو چھوڑ کر ان بیوقوف اور متکبر لوگوں کے پیچھے ہیں جو آپ کا وقت خراب کررہے ہیں اوران پر توجہ دے رہیں، حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابن ام مکتومؓ کی طرف دلچسپی کم اس لئے دکھائی کہ اگر یہ قوم کے سردار بات سمجھ جائیں تو ان کے پیچھے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوسکتے ہیں، اسلام نے اس بات کو رد فرمادیا اور تاکید کی کہ غریب مفلس لوگوں کو اپنی مجلس سے نہ ہٹائیں، ان کو اِنہی لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر اپنے نفس کو مار کر رسول اللہ ﷺ کی بات سننے کی شرط رکھی، غریب ومفلس لوگوں کو علاحدہ کرنے سے انکار کردیا اوراس کے خلاف ان غریب لوگوں سے نگاہ تک ہٹانے سے منع کیا، اس طرح علاحدہ علاحدہ مجالس منعقد کرنے سے غریب ونادار لوگوں کی بے عزتی، احساس کمتری اور دل شکنی کی تعلیم دی اور بتلایا کہ اللہ کے پاس ان غریب ونادار لوگوں ہی کا مقام بلند ہے۔

☆ حضرت عمرؓ ایسے لوگوں کا گھمنڈ توڑنے اوران کی نفس کی تربیت کرنے اوران کی سرداری اور دولت کا نشہ ختم کرنے کے لئے ان کے ساتھ ایک خاص انداز کا سلوک کرتے تھے، جب بھی حضرت ابوسفیانؓ بن حرب، حضرت سہیل بن عمروؓ یا حضرت حارث بن ہشامؓ اور دوسرے سردار جو اسلام قبول کرچکے تھے حضرت عمرؓ سے ملاقات کے لئے آتے اوراگر اسی وقت حضرت بلالؓ، حضرت سلمان فارسیؓ یا حضرت صہیبؓ آجاتے اور حضرت

عمرؓ کو اطلاع ہوتی تو آپ حضرات بلال، سلمانؓ، صہیبؓ کو اسی وقت پہلے اپنے پاس بلا لیتے اور سردارانِ قریش بہت دیر تک باہر ہی انتظار کرتے ٹھہرے رہتے تھے، بعض وقت یہ سردار امیر المومنینؓ کے ساتھ بیٹھے رہتے اتنے میں انصار اور مہاجرین میں سے کوئی آجاتے تو حضرت عمرؓ انہیں اپنے پاس بلا کر بیٹھانے کے لئے ان سرداران کو جگہ خالی کرنے اور پیچھے ہٹنے کو کہتے، ہٹتے ہٹتے کچھ دیر بعد نوبت یہ آجاتی کہ سردار سرکتے سرکتے دروازہ کے قریب پہنچ جاتے اور انصار و مہاجرین کے پیچھے دب کر بیٹھے رہتے تھے، باہر نکلنے کے بعد حضرت حارثؓ یا حضرت ابوسفیان اپنے ساتھیوں سے آپس میں کہتے کہ آج ہمارے ساتھ کیسا اجنبی اور بیگانگی کا سلوک کیا گیا، یہ ذلت مسلمان ہونے کے باوجود ہماری قسمت میں لکھی ہوئی تھی، اللہ کی شان ہے غلاموں کو فوراً اجازت ملتی ہے یا قریب بلا کر بیٹھایا جاتا ہے اور ہم سردارانِ عرب دروازہ کے پاس جوتیوں میں بیٹھے رہتے ہیں، اس بات پر حضرت سہیلؓ جو عقلمند اور سمجھدار تھے، ان میں ایمان ان لوگوں سے بڑھا ہوا تھا؛ کہا کہ قصور اس میں ہمارا ہے، اسلام کی طرف بلانے والے نے سب کو ایک آواز دے کر بلایا اور دعوت اسلام سب کو دی گئی، لیکن ہم نے اس آواز اور دعوت کو مجذوب، دیوانے اور جادوگر کی بڑ سمجھ کر رد کر دیا، ان کی سخت مخالفت کی، اس کو مٹانے پر تل گئے، پیغمبر کو مکہ سے نکال دیا؛ لیکن ان غلاموں اور کاشتکاروں نے آگے بڑھ کر اسے قبول کیا، مہاجرینؓ کو سہارا دیا اور رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی، اس لئے اب انہی کا حق زیادہ ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں ہر لحاظ سے ہم پر فوقیت رکھیں، مقام و مرتبہ میں آگے رہیں، ہمارے لئے شکایت کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

☆ سردارانِ قریش جب حضرات عمارؓ، خبابؓ، صہیبؓ بلالؓ ابوفکیہؓ، اور عامر بن فہیرہؓ کو مسجد حرام میں بیٹھے دیکھتے تو مذاق اڑاتے ہوئے طعنے مارتے ہوئے کہتے کہ محمد (ﷺ) کو ایسے ساتھی ملے ہیں؟ کیا ہمارے درمیان صرف یہی لوگ اللہ کے فضل کے مستحق تھے؟

☆ جب دوبارہ یہ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمارے ساتھ

آپ کا یہ سلوک ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ ہماری کوتاہیوں اور دیر سے اسلام میں داخل ہونے کا نتیجہ ہے، کیا اس کی تلافی کی بھی کوئی صورت ہے؟ حضرت عمرؓ نے زبان سے کچھ جواب نہ دیا اور صرف سرحد روم کی طرف اشارہ کر دیا، مطلب یہ تھا کہ اب میدانِ جہاد میں جان و مال کھپاؤ تو شائد وہ پوزیشن تمہیں حاصل ہو جائے جسے تم کھو چکے ہو۔

☆ مدینہ میں ایک مرتبہ یہ لوگ ایک جگہ بیٹھے تھے، اتفاق سے حضرت ابوسفیانؓ قریب سے گذرے ابھی وہ ایمان نہیں لائے تھے، ان میں سے تین مہاجرین نے کہا: اللہ کی کوئی تلوار اس دشمنِ خدا کی گردن پر نہیں پڑی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ بات سن لی اور کہا: وہ قریش کا سردار ہے، تمہیں ایسی سخت بات اسے نہ کہنا چاہئے تھا، حضرت ابوبکرؓ کا یہ کہنا ان مہاجروں کو پسند نہ آیا، جس کا اظہار ان کے چہروں سے ہوا، حضرت ابوبکرؓ نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو سنایا، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے ان لوگوں کو نارض کر دیا، انہیں ناراض کرنا گویا اللہ کو ناراض کرنا ہے، حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر پریشان ہوئے اور پھر واپس جا کر ان مہاجریں سے معافی مانگی اور انہیں راضی کیا۔

اسلام نے تمام انسانوں کے ساتھ مساوات اور برابری کا سلوک کرنے کی تعلیم دی، یہی وجہ ہے کہ حالتِ نماز میں امیر غریب، عالم جاہل، بادشاہ اور فقیر سب ایک ساتھ مل کر ٹھہرتے ہیں، کالے گورے، عربی عجمی، اپنا و غیر اور امیر و غریب کا تصور نہیں رکھتے، اسلام غریب، مفلس اور نادار لوگوں کی بے عزتی اور دل شکنی کو برداشت نہیں کرتا۔

☆ بیت المقدس جب فتح ہو گیا تو ان کے پادریوں نے مسلمانوں کے بادشاہ کے ہاتھ میں کنجیاں حوالے کر کے صلح کا معاہدہ کرنے کی شرط رکھی، اس پر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو بیت المقدس جانا پڑا، آپؓ اپنے ایک غلام کو لے کر سفر پر روانہ ہوئے، دوران سفر امیر المومنینؓ نے یہ اصول بنایا کہ باری باری سے دونوں اونٹنی پر سوار ہوتے رہیں گے، کچھ فاصلے پر غلام نکیل پکڑ کر پیدل چلے گا تو حضرت عمرؓ اونٹنی پر بیٹھیں گے اور پھر جتنا فاصلہ طے ہوگا اتنی ہی مسافت پر غلام اونٹنی پر بیٹھے گا اور حضرت عمرؓ امیر المومنین

اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلیں گے، اس طرح راستہ کا سفر پورا ہوگا اور کوئی نہیں تھکے گا، دونوں کو آرام ملے گا، اتفاق سے بیت المقدس کے قریب پہنچے تو حضرت عمرؓ کی پیدل چلنے اور اونٹنی کی نکیل پکڑنے کی باری آئی، خادم نے بہت اصرار کیا مگر آپؓ نہیں مانے، خادم کو اونٹنی پر ہی سوار رکھا اور خود پیدل پیدل نکیل پکڑ کر شہر میں داخل ہوئے، آپ نے اپنی حیثیت کو ظاہر کرنے کا کوئی اہتمام نہیں کیا، معمولی کپڑے جو سفر کی وجہ سے میلے ہوئے، پیوند لگے ہوئے ایک کمبل ساتھ رکھی، یہ منظر دیکھ کر عیسائی اور یہودی حیران رہ گئے، آخر کار انہوں نے کہا کہ: ہماری کتابوں میں مسلمانوں کے بادشاہ کی یہی صفات بیان کی گئی ہیں، کنجیاں حضرت عمرؓ کے حوالے کردیں۔

غور کیجئے خادم اور نوکر کے ساتھ کیسا مساوات انسانی اور عزت دار سلوک کا مظاہرہ کیا گیا، اس طرح اگر سلوک کیا جائے تو خادم اپنے مالک سے دل وجان سے خدمت اور محبت کرتا ہے، اپنے آقا کی عزت اور احترام کرتا ہے، پھر اپنے کنبے میں جانے تیار نہیں ہوتا۔

☆ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمرؓ تیز دھوپ میں سر پر کپڑا اوڑھے تھک کر راستے سے پیدل جارہے تھے، ایک غلام کو گدھے پر سوار دیکھا اور بیٹھانے کی درخواست کی، وہ فوراً نیچے اتر گیا اور سواری کے لئے گدھا پیش کیا، حضرت عمرؓ نے کہا: میں اپنی وجہ سے تم کو تکلیف نہیں دوں گا، تم سوار تھے سوار رہو، میں پیچھے بیٹھتا ہوں، اسی حالت میں غلام کے پیچھے بیٹھ کر مدینہ کی گلیوں میں داخل ہوئے، لوگوں نے امیر المومنینؓ کو ایک غلام کے پیچھے بیٹھا دیکھ کر تعجب کیا۔

☆ حضرت عمرؓ امیر المومنین ہونے کے باوجود حضرت بلالؓ کو اے ہمارے سردار کہکر پکارتے تھے، بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت بلالؓ بھی وہاں موجود تھے، آپؓ نے ان سے اذان دینے کی خواہش کی، وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ارادہ کر چکے تھے کہ کسی کے لئے اذان نہیں دیں گے، مگر امیر المومنینؓ کے کہنے پر اذان دی، **اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰه** پر چاروں طرف رونے کی آوازیں آنے لگیں

اور حضرت عمرؓ بھی رو پڑے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ شام کی طرف ہجرت کر گئے، خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہونے پر مدینہ آئے اور قبر اطہر کی زیارت کی، جب حضرت حسنؓ اور حسینؓ ملے تو ان کو گلے لگالیا اور پیار کیا، ان دونوں نے حضرت بلالؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: بابا بلالؓ! آپ اذان دیجئے! ان کے کہنے پر مسجد نبویؐ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی، مدینہ میں کہرام مچ گیا ہر طرف سے لوگ بے چین ہو کر دوڑے، عورتیں دروازوں میں آکر دیکھنے لگیں، ان کو رسول اللہ ﷺ کا زمانہ یاد آ گیا، **اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰه** پر سب رو پڑے۔

☆ قصویٰ اونٹنی رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص تھی، اس پر کوئی صحابی سفر نہیں کرتے تھے اور نہ سوار ہوتے تھے، مگر بعض اوقات حضرت بلالؓ کو اس پر بھی سفر کرنے کا موقع ملا۔

☆ فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ کو بتوں اور تصویروں سے پاک کیا تو حضرت بلالؓ نے کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی، جب اذان کی آواز مکہ کی پہاڑیوں میں گونج رہی تھی اور **اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰه** کے الفاظ پر مشرکین کے دل رنج وغم سے بھر گئے اور بعضوں نے کہا اچھا ہوا میرا باپ پہلے ہی مر گیا ورنہ یہ الفاظ سننے کی تاب نہ لاتا، کعبہ میں مشرکین بھی موجود تھے، بعض نے حارث بن ہشام سے کہا کہ تم دیکھتے ہو یہ ادنیٰ غلام کہاں کھڑا ہے؟ اس نے حکمت سے جواب دیتے ہوئے اپنا پیچھا چھڑالیا کہ کعبہ کا مالک اگر یہ بات پسند نہ کرے تو وہ خود ہی اس کا حساب کرے گا۔

جب رسول اللہ ﷺ کسی دولتمند انسان کو کسی غریب مفلس انسان سے دور ہٹتے اور بچتا ہوا دیکھتے تو فرماتے کیا تم ڈر رہے ہو کہ اس کی غریبی تم کو لپٹ جائے گی؟

ایمان والے ایماندار و دیانتدار ہوتے ہیں بے ایمان نہیں ہوتے

☆ ایک مرتبہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کو دو لوگ ملے، جو مدینہ کے کھجور خریدنے کے

لئے آئے تھے اور فروخت کرنے کے لئے سرخ اونٹ بھی ساتھ لائے تھے، وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو نہیں پہچانتے تھے، ان دونوں سے رسول اللہ ﷺ نے آنے کا مقصد پوچھا اور کہا کہ کیا یہ سرخ اونٹ فروخت کرنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہم اس اونٹ کو اتنی کھجوروں کے بدلے فروخت کرنا چاہتے ہیں، ان کا جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے کوئی بھاؤ نہیں چکایا، راضی ہوکر اونٹ کی نکیل پکڑ کر بستی کی طرف لیکر چلے گئے، کچھ دیر کے بعد وہ آپس میں کہنے لگے کہ ہم اس اجنبی آدمی کو اس کا پتہ اور نام پوچھے بغیر ہی اونٹ دے دئے، اب کیا کریں؟ وہاں موجود ایک دو حضرات نے انہیں احساس دلایا کہ تمہیں دھوکہ نہیں ہوگا وہ بہت سچے بھروسہ مند انسان ہیں۔

یہ لوگ آپس میں بات کرتے ہوئے پریشان ہورہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص تیز تیز قدموں ے دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ مجھے محمد رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے، یہ اونٹ کی قیمت کی کھجوریں لو! وہ لوگ خوشی خوشی کھجوریں لے کر بستی میں آئے۔

☆ مکی زندگی میں دعوتِ ایمان کی وجہ سے مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کے جانی دشمن بن گئے تھے، مگر آپؐ پورے مکہ میں الصادق والامین پکارے جاتے اور ہر انسان آپؐ پر اعتماد کرتا، ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ آپ تجارت پر جائیں تو ان کا مال لیکر جائیں، بی بی خدیجہؓ نے بھی شادی سے پہلے آپؐ کی امانت داری و دیانتداری کے چرچے سن کر اپنا مال تجارت کے لئے لیجانے کی درخواست کی تھی، باوجود لوگ آپؐ کے مخالف اور دشمن بن گئے تھے مگر اپنا مال، سامان اور سونا چاندی آپؐ کے پاس لاکر امانت رکھتے تھے اور آپؐ سب کی امانتیں حفاظت سے رکھتے، ہجرت سے پہلے حضرت علیؓ کو تمام امانتیں دیں اور واپس کر کے مدینہ آنے کو کہا تھا۔

اختلافات کی صورت میں بھی آپؐ نے کبھی اپنا اور غیر کا احساس نہیں رکھا، جو حق پر ہوتا اس کے حق میں فیصلہ کرتے تھے، مدینہ میں ایک مسلمان اور یہودی کے درمیان کسی چیز پر جھگڑا ہوگیا، یہودی نے مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا، جانتا تھا کہ رسول ﷺ

سچ کے حق میں اور صحیح فیصلہ دیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کو زیادتی پر پایا اور یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا، مسلمان چونکہ منافق تھا، رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوا اور اپنا مقدمہ حضرت عمرؓ کے پاس پیش کرنے لے گیا، جب حضرت عمرؓ کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پہلے ہی یہودی کے حق میں فیصلہ کر چکے ہیں تو حضرت عمرؓ گھر میں گئے اور تلوار لا کر مسلمان منافق کا سر اُڑا دیا اور کہا کہ تیرے لئے میرا یہی فیصلہ ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس امانت کی حفاظت نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔

☆ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں دمشق پر مسلمانوں کا قبضہ تھا، ہرقل شام اور دمشق کو واپس لینے ایک بڑی فوج تیار کر رہا تھا، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ جو شام کے گورنر تھے ان کو اطلاع ملی، ان کے پاس فوج کم تھی جو دمشق کی حفاظت نہیں کر سکتی تھی، انہوں نے تمام غیر مسلموں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ ہم نے تم سے تمہاری حفاظت کی خاطر جزیہ لیا تھا، ہرقل کے مقابلہ میں ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے؛ اس لئے جزیہ کی رقم واپس کر رہے ہیں اور یہ علاقہ چھوڑ رہے ہیں، یہ سن کر خود غیر مسلموں کے پادری رو پڑے اور ہرقل کے ظلم سے نجات دلانے کی درخواست کرنے لگے، مسلمانوں کے اس عمل نے عیسائیوں کو یہ احساس دلایا کہ مسلمان اپنی زبان کے پکے اور امانت دار ہوتے ہیں۔

☆ نجاشی کے دربار میں مشرکین مکہ نے دوبارہ جا کر مسلمانوں کے حضرت عیسیٰؑ کو پیغمبر ماننے اور بیٹا نہ ماننے پر اُکسا کر مخالفت پیدا کرنا چاہا اور نجاشی کے بھرے دربار میں مسلمانوں کے اس عقیدہ کو پیش کیا، جب دوسرے دن نجاشی نے صحابہؓ کو بلایا تو صحابہؓ نے آپس میں مشورہ کیا کہ جو بات صحیح ہے وہی کہی جائے، ہمارے نبی ﷺ نے جو تعلیم دی ہے وہی بات کہی جائے؛ یہی امانت داری ہے، چنانچہ انہوں نے نبیؐ کی تعلیم کے مطابق یہی کہا کہ حضرت عیسیٰؑ مریم کے بیٹے اور پیغمبر ہیں خدا کے بیٹے نہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو بھی امانت کہا ہے، اگر مسلمان اس کے پیغامات اور

تعلیمات کو دوسروں تک نہ پہنچا کر چھپائے رکھا تو امانت میں خیانت ہوگی، یہود و نصاریٰ نے آسمانی کتابوں کی تعلیمات کو دوسروں سے چھپایا اور اسلام کے پیغامِ حق کی دعوت کے مقابلہ میں مشرکوں کو خوش کرنے ان کو اچھا کہا اور حق کے مقابلہ باطل سے گٹھ جوڑ کیا اور حق کو مٹانا چاہا، یہ سب حرکات امانت میں خیانت ہیں۔

☆ کسی کا راز فاش کرنا اور راز کو راز نہ رکھنا بھی امانت میں خیانت ہے، جب کوئی بات راز میں کہی جاتی ہے چاہے وہ جماعت میں کہی گئی ہو یا انفرادی راز کے طور پر کہی گئی ہو اس کو راز میں رکھنا ہی امانت ہے، فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے بی بی عائشہؓ کو مکہ پر حملہ کرنے کا راز اور تیاری ظاہر فرمادی تھی، حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیٹی سے رسول اللہ ﷺ کا ارادہ دریافت کیا، تو انہوں نے خاموشی اختیار کی، اپنی زبان سے راز کو ظاہر نہیں کیا بعد میں رسول اللہ ﷺ نے خود حضرت ابوبکرؓ کو واقعہ سے واقف کروایا۔

☆ قرآن مجید سورہ تحریم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ایک راز کی بات اپنی ایک بیوی سے کہنے کے بعد انہوں نے غلطی سے اسے راز نہ رکھا اور ضبط نہ ہوا تو دوسری بیوی کے سامنے بیان کردی اس پر اللہ نے سختی سے راز میں کی گئی بات کو راز میں رکھنے کی تعلیم دی، بخاری اور مسلم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بی بی حفصہؓ اور بی بی عائشہؓ کے درمیان ہوا۔

اس تشریح کی روشنی میں مسلمانوں کو معاشرے میں یہ اعتماد اور ایماندار بن کر رہنا ہوگا تا کہ دنیا کا ہر انسان آنکھ بند کر کے مسلمانوں پر اعتماد و بھروسہ کرے، مگر ہم ایمانداری اور امانت داری سے بہت دور ہو گئے ہیں، ایمان کی کمزوری تربیت کے نہ ہونے کی وجہ سے قرض لے کر واپس نہیں کرتے، مکان کرائے پر لے کر قبضہ کر لیتے اور جتنا کرایہ دیا اس سے دس گنا بڑھ کر مکاندار سے پیسہ لے کر خالی کرتے ہیں، لوگوں کے مال اور روپیہ کو ہضم کر لیتے ہیں، اگر ہماری یہ حالت رہی تو پھر ہمیں اپنے ایمان کا جائزہ لینا ہوگا۔

ضرورتمندوں کی مدد کرنے کا خوبصورت انداز، ضرورتمند بھی حاجت کے باوجود کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے

موجودہ زمانہ میں دولت مند لوگ ضرورتمند افراد کی مانگنے پر مدد کرتے ہیں، اور جو خود دار ہوتے ہیں وہ ہاتھ پھیلا کر کبھی مدد نہیں مانگتے، صحابہؓ کے معاشرے میں اور ہمارے معاشرے میں بڑا فرق ہے، ان میں ضرورتمند کی مدد کرنے کا بڑا خوبصورت انداز تھا، حضرت جابر بن عبداللہؓ کے والد جنگ اُحد میں شہید ہوگئے، یہ اپنے والد کے اکلوتے نرینہ اولاد تھے، ان کی نو بہنیں تھیں، جن کی تربیت اور پرورش کی ذمہ داری والد کے دنیا سے چلے جانے کے بعد حضرت جابرؓ پر آ گئی، حضرت جابرؓ کے معاشی حالات کمزور تھے، رسول اللہ ﷺ ان کے حالات سے واقف تھے، ایک مرتبہ حضرت جابرؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قافلہ میں چل رہے تھے، حضور ﷺ نے ان سے حالات دریافت کئے، انہوں نے عرض کیا کہ ان کے پاس صرف ایک گھوڑا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس گھوڑے کو فروخت کر کے معاشی حالات کو سدھارنے کا مشورہ دیا، حضرت جابرؓ اس گھوڑے کو فروخت کرنا ہی چاہتے تھے، حضور ﷺ نے قیمت دریافت کی کہ کہاں تک فروخت کروگے؟ حضرت جابرؓ نے ارادہ ظاہر کر کے اس کی قیمتِ فروخت بتلادی، حضور ﷺ نے خود خریدنے کا ارادہ ظاہر فرمادیا، تب حضرت جابرؓ نے کہا کہ: اگر آپؐ لینا چاہتے ہیں تو میں بلا ہدیہ تحفتاً دوں گا، رسول اللہ ﷺ نے بلا ہدیہ لینے سے انکار کیا اور ان کو اس جانور کی قیمت دیدی، اور پھر فرمایا کہ آج سے یہ میرا گھوڑا ہے، یہ سن کر حضرت جابرؓ فوراً اپنے گھوڑے سے اُتر گئے، تو حضور ﷺ ان کو گھوڑے پر ہی بیٹھنے اور چلتے رہنے کو کہا اور فرمایا کہ میں تم کو یہ گھوڑا تحفہ دے رہا ہوں، اِسے اپنے پاس ہی رکھو! ذرا غور کیجئے کہ مدد کرنے کا کتنا عمدہ طریقہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے، چونکہ حضرت جابرؓ ابھی نوجوان تھے اور گھر میں کوئی بڑا ذمہ دار فرد نہیں تھا تو حضور ﷺ نے ان کو نکاح کر لینے کا مشورہ دیا، انہوں نے کہا: میں نے نکاح کر لیا ہے، تب حضور ﷺ نے دریافت کیا کہ کس سے کیا؟ تو

انہوں نے عرض کیا: میں نے ایک بڑی عمر کی بیوہ عورت سے نکاح کیا ہے، تب حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم ایک نوجوان آدمی ہو، اپنی ہی عمر کی نوخیز لڑکی سے نکاح کرتے تو اچھا ہوتا، اس پر حضرت جابرؓ نے عرض کیا: میرے گھر میں نو بہنیں ہیں، ان کی تربیت اور پرورش کے لئے میری ماں موجود نہیں ہے اس لئے میں نے اپنی بہنوں کی دیکھ بھال اور تربیت کی خاطر بیوہ عورت کو ترجیح دی، اس بات پر رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے، ذرا غور کیجئے! یہ کیسا مجاہدہ ہے کہ انہوں نے بھری جوانی میں اپنی خواہشات اور دل بہلائی کے لئے اپنے سے کم عمر نوخیز باکرہ لڑکی کو ترجیح دینے کے بجائے بہنوں کی پرورش، نگہداشت اور تربیت کی خاطر بیوہ، عمر رسیدہ عورت کو ترجیح دی، کیا ہم اس طرح مجاہدہ اور قربانی دینے کی ہمت رکھتے ہیں؟

اسی طرح حضرت علیؓ کے نکاح کا وقت آیا جو رسول اللہ ﷺ ہی کے زیر پرورش تھے؛ رسول اللہ ﷺ نے ان سے مہر ادا کرنے اور گھر کے کچھ ضروری سامان کے لئے استطاعت دریافت کی، اس وقت حضرت علیؓ کے پاس سوائے ایک جنگی زرہ کے کوئی قیمتی چیز نہیں تھی اور نہ کوئی گھریلو سامان تھا، رسول اللہ ﷺ نے انہیں مشورہ دیا کہ زرہ فروخت کردو! آدھے سے مہر باندھو اور آدھے سے گھر کے استعمال کا ضروری سامان خرید لو، حضرت علیؓ زرہ فروخت کرنے جارہے تھے کہ راستے میں حضرت عثمان غنیؓ سے ملاقات ہوگئی، انہوں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت علیؓ نے نکاح کی بات سنا کر رسول ﷺ کے مشورہ پر زرہ فروخت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علیؓ سے پوری بات سن کر زرہ کی قیمتِ فروخت دریافت کی اور چار سو درہم میں حضرت علیؓ سے خرید لیا اور رقم دیدی، پھر زرہ بھی حضرت علیؓ ہی کو تحفہ دے دیا، ذرا غور کیجئے کہ صحابہ کرامؓ کیسے ایک دوسرے کی مدد فرمایا کرتے تھے، حضور ﷺ کی صحبت سے کتنا عمدہ انداز سیکھا تھا۔

جب صحابہ کرامؓ ہجرت کرکے اپنا سارا ساز وسامان مکہ ہی میں چھوڑ کر مدینہ آگئے اور بے سہارا تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے مہاجرینؓ کی انصارِؓ مدینہ کے ساتھ مؤاخات (اسلامی بھائی چارہ) کرادیا، تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو انصار مدینہ کے دولتمند صحابی

حضرت سعد بن ربیعؓ کا بھائی بنایا، اس پر حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کو اپنے مال و دولت اور جائیداد کے آدھے حصہ کی پیشکش کی، مگر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ان کا مال لینے سے صاف انکار کر دیا اور بازار کا راستہ دریافت کر کے پنیر بنا کر معمولی تاجر کی حیثیت سے تجارت شروع کی، مگر اپنے اسلامی بھائی پر بوجھ بننا گوارا نہ کیا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے اس واقعہ سے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ سوال کرنے اور مدد مانگنے کے بجائے خودداری سے محنت و مزدوری کر کے روزگار حاصل کرنے کوشش کرے، اور اسلام کی شان کو برقرار رکھے اور دوسروں پر بوجھ نہ بنے، مگر آج کے مسلمان کے پاس یہ مزاج ختم ہوتا جا رہا ہے۔

مسلمان کے پاس نماز کی سب سے زیادہ اہمیت ہونی چاہئے!

اسلام میں نماز کو تمام اعمال صالحہ میں سب سے زیادہ فوقیت اور اہمیت دی گئی ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن اور کافر کے درمیان میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے، مومن کی معراج یعنی اللہ سے ملاقات کا راستہ نماز ہے، رسول اللہ ﷺ جب اپنے صحابہؓ سے یا اہل وعیال کے ساتھ گھر میں مسائل یا خاندان کے مسائل یا دلجوئی اور ہنسی مذاق کرتے بیٹھے رہتے اور جیسے ہی اذان کی آواز آتی فوراً سب کچھ چھوڑ کر یکدم سنجیدہ ہو کر گفتگو بند کر دیتے اور سب کو چھوڑ کر یکا یک کھڑے ہو جاتے اور نماز کی تیاری کرتے ہوئے مسجد میں چلے جاتے تھے، اذان کے ساتھ ہی سب کے ساتھ بے رخ ہو جاتے اور اللہ کی پکار پر لبیک کہتے، جیسے یہ سب اجنبی ہیں، کسی کو پہچانتے ہی نہیں اور ان سے کوئی تعلق ہی نہیں، رسول اللہ ﷺ کی نماز کی تڑپ کا یہ حال تھا کہ بیماری کے وقت حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں پر سہارا لے کر پیر زمین پر گھسیٹتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے بازو جو امامت کر رہے تھے بیٹھ کر نماز ادا کی، پھر بعد میں اتنی بھی طاقت نہ رہی تو نماز کے اوقات میں حجرۂ مبارک کا پردہ ہٹا کر صحابہؓ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتے اور بے چینی سے کروٹیں بدلتے رہتے تھے، جنگ احد کے موقع پر چہرے میں خود کی دو کڑیاں گھس جانے، ہونٹ پھٹ کر دانت ٹوٹ جانے اور گڑھے میں گر جانے

سے عصر کی نماز قضاء ہوگئی تو آپ ﷺ نے مشرکین کو بددعاء دی کہ ان دشمنوں نے آج ہمیں نماز عصر پڑھنے نہیں دی، خدا ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، آپ ﷺ حالت جنگ میں بھی صحابہؓ کے ساتھ وقت پر نماز ادا کرتے تھے۔

مگر موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی اکثریت کے پاس نماز کی اہمیت اور فوقیت ہی نہیں، تجارت، ملازمت، شادی بیاہ کی محفلوں میں، ٹی وی پر کھیل تماشے دیکھتے ہوئے یا کھیل کے میدانوں میں مسلمان ملکوں میں اذان کی آواز آنے اور نماز کا وقت ہوجانے کے باوجود اپنے گھروں، دُکانوں، دفتروں اور کاروبار کو چمٹے رہتے ہیں، اگر گھر کے بڑے لوگ خود اذان کے ساتھ ہی ہر قسم کی مصروفیت چھوڑ کر فوراً نماز کی تیاری کریں اور گھر کے تمام افراد سے سنجیدہ ہو کر نماز کا مطالبہ کریں اور گھر کے تمام بچوں کو بکریوں اور مرغیوں کی طرح ہنکال کر مسجد لے جائیں اور ماں باپ نماز ادا نہ کرنے والوں کو ساتھ لے کر کھانا نہ کھائیں، مٹھائی اور پاکٹ منی دینے سے انکار کر دیں تو پھر بچوں کو بچپن ہی سے نماز کی عادت پڑ جاتی ہے، مسلمان بے نمازی اس لئے بنتے ہیں کہ ان کے بڑے ان کے نماز نہ پڑھنے پر کوئی غصہ اور ناراضگی کا اظہار ہی نہیں کرتے، بلکہ اللہ کی باغی اولاد کے ساتھ ہنسی دل لگی اور کھیل کود سب کچھ جاری رکھتے ہیں۔

بچوں کو بچپن ہی سے اگر وہ فجر کی نماز کے وقت سوتے رہیں بیدار نہ ہوسکیں تو کم از کم جب صبح اٹھیں منہ ہاتھ دھوتے وقت وضو کر کے قضاء نماز ادا کرنے کے لئے ان کو مجبور کیا جائے، اس وقت تک ناشتہ نہ دیا جائے تو وہ برابر نماز قضاء ادا کریں گے، اسکول سے آنے کے بعد اگر اسکول میں ظہر نہ پڑھ سکیں تو یونیفام تبدیل کر کے منہ ہاتھ دھو کر وضو کر لینے کی تاکید کیجئے اور ظہر کی نماز قضاء ادا کروائیے۔

اس سے وہ بچپن ہی سے نماز کے پابند ہوجائیں گے، نماز نہ پڑھنے پر ان سے بات چیت، ہنسی مذاق بند کر کے ناراضگی کا اظہار کرتے رہیں، دعوتوں میں جانے سے پہلے گھر کے بڑے لوگ بھی نماز پڑھ کر دعوت میں جائیں، دعوت کا اہتمام کرنے والے اپنی محفلوں میں مردوں اور عورتوں کے لئے نماز کا انتظام کریں۔